ماہنامہ
مجلہ
# الحقیقہ
پاکستان
نومبر 2005ء

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

## اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت



## توحید
اور محبوبانِ خدا کے کمالات

## زلزلوں پر زلزلے

قوم کیلئے لمحۂ فکریہ

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے



## خسارے کا سودا



## ابوالفیض عبدالکریم ابدالوی

سالانہ عرس پر خصوصی تحریر

# حمد ونعت

حمد کس کی خالق کونین کی — نعت کس کی سرور دارین کی
حمد کے لائق ہے معبود قدیم — نعت کے لائق ہے محبوب کریم
حمد اس کی جو ہے اللہ الصمد — نعت جس کی شان ہے بے حد و عد
حمد کے لائق ہے رب دو جہاں — نعت کے لائق شہ کون و مکاں
حمد کے لائق شہِ روز جزا — نعت کے لائق شفیع ما سوا
حمد بے حد واحد و غفار کی — نعت بے حد احمد مختار کی
حمد اس کی جس کا واجب ہے وجود — نعت اس کی جو ہے اصل ہر نمود
حمد اس کی جو ہے بے مثل وعدیل — نعت اس کی جو ہے بے شک بے مثیل
حمد کس کی واحد و قیوم کی — نعت کس کی قاسم ومعصوم کی
حمد کس کی ارحم و رحمٰن کی — نعت کس کی صاحب قرآن کی
نقش لاثانی اے شاہ اولیا — لکھے حمد و نعت ہی آسیؔ تیرا

جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم

﴿پروفیسر محمد حسین آسیؔ﴾

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

[illegible]

ماہنامہ

# الحقیقہ

پاکستان

مجلہ

شوال المعظم سنہ ۱۴۲۶ھ نومبر سنہ 2005 جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 2

زیر سرپرستی

حضرت علامہ مولانا پروفیسر

**محمد حسین آسی** نقشبندی قادری



فہرست



زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

| | فی پرچہ | سالانہ چندہ |
|---|---|---|
| یورپ | 1 پونڈ | 10 پونڈ |
| یو ایس اے | 1.5 ڈالر | 15 ڈالر |
| عرب ممالک | 3 ریال | 30 ریال |



پبلشرز
پروفیسر محمد حسین آسی نے محمد دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

رابطہ
صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

**کلمۃ الحقیقہ** **اداریہ**

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے — پیش کر، غافل! عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق لا

کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اترا

سپریم امیر ت اعلیٰ کے قلم سے

# زلزلوں پر زلزلے

۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جو قیامت خیز زلزلہ آیا، اس نے بہت سے دیہات کو ملیا میٹ کر دیا اور بہت سے شہروں میں تباہی مچادی بعض تعلیمی اداروں، عدالتوں اور ہسپتالوں کی عمارات زمین بوس ہوگئیں اور اساتذہ وطلبہ، جج اور وکلا، ڈاکٹر اور مریض آناً فاناً موت کی نیند سو گئے۔ کئی اونچے اونچے محل اور مکانات کے ملبوں سے بہت سے زندہ نفوس نکال لے گئے مگر ان سے کئی گنا وہ ہیں جو نکالے نہیں جا سکے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو ملبوں میں دب کر مدد کے لئے پکارتے رہے مگر کوئی حامی و مددگار انھیں موت کے پنجے سے بچا نہ سکا۔ پھر جو بچ گئے ان کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں تھی اور خوراک کا بھی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ سخت سردی اور پھر پہاڑی علاقہ، چند خیمے بھی لگا دیئے گئے مگر ایک تو سب زلزلہ زدگان کے لئے ناکافی اور پھر ان میں بھی سب کا ایک جگہ رہنا مشکل ( کیونکہ خاندانوں میں بھی بعض افراد کو بعض سے پردہ کرنا ضروری ہوتا ہے ) اور پھر یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اور بہت سے مقامات پر لوگوں کو ساری ساری رات گھروں سے باہر گزارنی پڑی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اب بھی 'اوگی' کے علاقے میں زلزلوں کے تسلسل کے علاوہ بعض پہاڑوں سے سبز رنگ کا دھواں نکل رہا ہے جو کسی 'آتش فشاں' کی علامت ہے۔

یہ زلزلہ کیوں آیا اور زلزلے کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب خدا ناترس سائنسدانوں اور بے دین صحافیوں کی نظر میں صرف اتنا ہے کہ زمین کی اندرونی تبدیلیوں کے سبب ایسا ہوتا ہے، اس کا باہر کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ کئی قومی اخبارات میں اس قسم کے کالم نگاروں نے خوب زور لگا لگا کر اس بات کی تشہیر کی ہے، کہ زلزلوں کا انسان کے نیک و بد اعمال سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں ان کے برعکس کچھ صحافیوں نے بڑے درد دل سے اپنا ملی فریضہ ادا کیا اور بڑی دلسوزی سے اسے 'سامان عبرت' قرار دیا۔ ( اس قسم کی ایک تحریر اس شمارے میں بھی شامل کی گئی ہیں ) حقیقت یہ ہے کہ دل غافل ہو تو اسے پند و نصیحت سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں بھی زلزلے کا بطور سزا ذکر آیا ہے یعنی اللہ کے پاک نبی علیہ السلام نے پیغام خداوندی سنایا' قوم کو ان کے جرائم سے آگاہ کیا' انھیں راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کی مگر جب وہ پھر بھی اپنی طرز فکر اور

طرزِ عمل سے باز نہ آئے تو ان کو کبھی زلزلے سے اور کبھی کسی اور ذریعے سے عذاب دیا گیا۔ کل تک جو لوگ ہنس کھیل رہے ہوتے تھے اور تعلیمات نبویہ کا مذاق اڑا رہے تھے، آج ان پر عذاب مسلط کر دیا گیا۔ اب اللہ کے مقابلے میں کوئی ان کا یاور و ناصر نہیں تھا، کوئی ان کی چیخوں کا مداوا کرنے والا نہیں تھا، کوئی انہیں عذاب سے بچانے والا نہیں تھا۔ نبی علیہ السلام کے دشمن صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئے اور ان کے اجڑے ہوئے مکانات اور بستیاں وغیرہ رہتی دنیا تک کے لئے نشانِ عبرت بن گئیں۔

یقیناً ہم پر جو عذاب آتا ہے، اس کی اصل وجہ سائنسی و جغرافیائی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ ہمارے اعمال ہوتے ہیں۔

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ ۔۔۔ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ!! (اکبر الہ آبادی)

بلکہ خود کلامِ ربانی کا فیصلہ سنئے

**وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايد يكم و يعفو عن كثير ٥ (الشوریٰ۔۳۰)**

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

ایسے تمام مواقع پر ہمیں اپنے طرزِ فکر اور طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے سچے دل سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار سے پیش ہونا چاہئے۔ ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بغاوت و سرکشی سے ہٹ کر اطاعت و نیازمندی کا راستہ اختیار کر لینا چاہئے۔ یہ انقلاب انفرادی بھی ہو اجتماعی بھی، یعنی ہر فرد اپنی کوتاہیوں سے باز آ کر پاک و صاف ہو جائے اور پوری ملت بھی ملی سرکشی و انتشار سے توبہ کر کے اخوتِ اسلامی سے سرشار ہو جائے اور جو قوانین کتاب و سنت کے خلاف ہیں انہیں یک قلم موقوف کر دیا جائے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو اجاگر کر کے اس کے آئینی و حکومتی تقاضے پورے کئے جائیں۔ ورنہ یاد رکھیں بقول مفکرِ پاکستان حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے ۔۔۔ کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ملت کی اجتماعی صورتِ حال کے پیشِ نظر اس کے ساتھ قدرت کی طرف سے سلوک کیا جاتا ہے، اگر عام لوگوں پر اسلام یعنی خدا کے حضور جذبۂ تسلیم و رضا کی چھاپ ہو تو انہیں گوناگوں انعامات سے نوازا جاتا ہے، انہیں اقوامِ عالم کا رہنما بنایا جاتا ہے' ان کی ہیبت و عظمت کی دھاک بٹھائی جاتی ہے، ان کی معاشی پریشانیوں کو ختم کر کے انہیں مرفہ الحال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی قوم اجتماعی سرکشی کا راستہ اختیار کرتی ہے تو اسے ذلت و خواری سے دوچار ہونا پڑتا ہے، آسمانی رحمتوں کے دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں' اقوامِ عالم کے دلوں سے اس کی ہیبت و عظمت کے نقوش ختم ہو جاتے ہیں اور بزعمِ خویش بڑی ترقی پر فائز ہونے کے باوجود انتہائی پستیوں میں ڈوب جاتی ہے۔ وہ دشمنوں کے سامنے بھیگی بلی بنی رہتی ہے اور اس کا انداز نہایت خوشامدانہ اور معذرت خواہانہ ہوتا ہے مگر اپنی رعایا کے لئے شیر اور بھیڑیئے سے کم نہیں ہوتی۔ وہ تاریخ کا مطالعہ کرتی ہے اور قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں پڑھتی ہے مگر اسے کچھ سمجھ نہیں آتی۔ قوم کا اجتماعی ضمیر مردہ، فکر مفلوج، دماغ ماؤف، دل بے حس ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے قعرِ مذلت میں گرنے سے بچا نہیں سکتی۔ اس کا علاج اللہ کا خوف، اس کے نبی مکرم و معظم ﷺ کی اطاعت، کتاب و سنت سے تمسک، جب اس طرف توجہ ہی نہ دی جائے تو قدرت کو کیا پڑی ہے کہ ایسی باغی قوم کو بھی عزت و آبرو بخشے اور اس کے مسائل حل ہوں۔ قرآنِ حکیم کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔ (دل اگر زندہ ہو تو یوں محسوس ہو جیسے یہ ہمارے ہی کردار اور انجام کا فیصلہ سنا رہا ہے)

**ولو ان اهل القرىٰ امنو ا واتقو ا لفتحنا عليهم بر كت من السما ء والا رض ولكن كذبو افاخذ نهم بما كا نو ايكسبون ٥افامن اهل القرىٰ ان يا تيهم باسنا بيا تا وهم نائمو ن ٥او امن اهل القرى ان يا تيهم باسنا ضحىً وهم يلعبون٥افا منوامكر الله ج فلا يا من مكر الله الا القوم الخسرون٥** (الاعراف:۹۶تا۹۹)

ترجمہ: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔ مگر انھوں نے تو

جھٹلایا تو ہم نے انھیں ان کے کیۓ پر گرفتار کیا (۹۶) کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں (۹۷) یا کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں (۹۸) کیا اللہ کی خفیہ تدبیروں سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ (کنزالایمان)

افسوس ہم بھی دعویٰ ایمان کے باوجود ایمان اور تقویٰ کے حقیقی تقاضوں سے بے خبر ہو گئے اور عذاب کی زد میں آئے۔ مشرف نے جب منصب صدارت سنبھالا تو ہمیں یہ خوش فہمی تھی کہ اب قوم کے دن پھر جائیں گے۔ ایک غیر تمند جرنیل جس نے کارگل کی لڑائی میں بڑی شہرت کمائی ہے، یقیناً ساری قوم کو جذبہ جہاد سے سرشار کر کے باطل کے مقابلے میں لاکھڑا کر دے گا مگر افسوس اس ظالم نے توقعات کا خون کر دیا بلکہ اسلام کی اطاعت کی بجائے جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کی طرح کا ایک نیا دین تصنیف فرمایا اور اس کا نام روشن و معتدل اسلام رکھا۔ جو لوگ اسلام حقیقی یا 'اسلام قدیم' کی روشنی میں طہارت و تقویٰ اور شرم و حیا کے پیکر بنے ہوئے ہیں' مشرف کے نزدیک وہ 'روشنی' اور 'اعتدال' سے محروم ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو مذہب کی قید سے پہلے ہی باہر نکلنا چاہتے تھے، اس کے برسر اقتدار آنے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگئی اور وہ سب کے سب **و هم يلعبون** (اور وہ کھیل کود میں رہتے ہیں) کا مصداق بن گئے۔ کاش مشرف حسب توقع غیرت وحمیت سے مشرف ہوتا اور قوم کو اس راستے سے شوقِ شہادت تک لیجاتا اور قوم کا ایک ایک فرد راہ حق میں سر کٹانے کے لئے بیتاب نظر آتا۔ مگر بش کے اس مادرزاد غلام نے اپنے آباؤ اجداد کی پروا کی اور نہ اس سے بھی ضروری کتاب وسنت سے کوئی نور حاصل کیا بلکہ روز بروز بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دیتا رہا اور اپنے 'اسوہ سیئہ' سے ملت کے نوجوانوں کو بہکاتا رہا، پھسلاتا رہا۔

اسی کے عہد میں 'اخوت اسلامی' سے بے پرواہو کر ایک ظالم وجابر متعصب عیسائی شیطان کی 'رضا' کے لئے ہمسایہ پڑوسی مسلمان ملک سے مخالفت کی 'شرمناک' پالیسی اختیار کی گئی اور اس کے ظلم وستم میں اس کا پورا ساتھ دینے کا عندیہ دیتا رہا۔ گویا پاکستان جس کے ایٹمی بم کو اپنے پرائے اب تک اسلامی بم سمجھتے تھے، اب وہی اسلام دشمنوں کے ساتھ مل کر اسلام دشمنی کا 'شیطانی' فریضہ سرانجام دینے لگا۔ انصاف کیجئے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں یہ خطرناک موڑ کیا بہت **'بڑا زلزلہ'** نہیں ہے۔

کیا مشرف کی ایمان سوز پالیسیوں کی بنا پر حشرات الارض کی طرح بہت سے صحافیوں اور مدیروں کا فحاشی و بے حیائی عام کرنے کے لئے برہنہ تصاویر کو فروغ دینا مناسب ہے اور اسی طرح مختلف چینلوں پر غیرت کش پروگراموں اور ڈراموں کا سیلاب قوم کی تباہی کا سبب نہیں۔ پھر مختلف اہل قلم کا معاذ اللہ اسلامی نظام قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد، بانی پاکستان قائداعظم اور مفکر پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی جو عام ہو رہی ہے کسی اچھے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ فرمایئے اور ایمان کی نظر سے دیکھ کر فرمایئے کیا یہ بھی بہت **بڑے زلزلے** نہیں۔ نوائے وقت مورخہ ۲ فروری **۲۰۰۵ء** میں بش یعنی شیطان اکبر کا اعلان تین کالمی خبر کے طور پر شائع ہوا جس میں اس نے کسی تکلف یا دکھ دکھاؤ کے بغیر دوٹوک انداز میں اعلان کیا ہے کہ 'پاکستان کی تعلیمی پالیسی امریکہ نے تبدیل کرائی'

پھر تفصیل سے اس نے بتایا کہ زبیدہ جلال کا تعارف بھی مشرف سے اسی شیطان اکبر نے کرایا۔ گویا 'ایوان حکومت' کے بارے میں کھل کے یہ بات سامنے آئی کہ این خانہ ہمہ غدار است' زبیدہ جلال کے بعد جو وزیر تعلیم بنایا وہ بھی 'بش' کا ہی کفش بردار معلوم ہوتا ہے، چنانچہ گذشتہ دنوں میں اس نے ٹیکسٹ بورڈ کے چیئرمینوں کو جو ہدایت کی ہے' وہ اس کی کھلی شیطنت کا کھلا ثبوت ہے۔ بش اور مشرف کا یہ نمکخوار اور پاکستان کا نمک حرام وزیر تعلیم کے ہدایت نامے یا ضلالت نامے پر ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے نوائے وقت کے کالم نگار نے جو تبصرہ سرراہے میں کیا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

''وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے ملک کے چاروں صوبوں کے ٹیکسٹ بک بورڈز کو 'ہدایت' جاری کر دی گئی ہے کہ نصاب میں برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ قابل فخر بنا کر پیش کرنے کی بجائے ٹھوس حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ اشوک جیسے

بادشاہوں کو اجاگر کیا جائے اور اورنگزیب کی محض دینی معاشرتی خدمات کی بجائے تخت وتاج کی جنگ اور غیر مسلموں کے ساتھ جائزہ بھی پیش کیا جائے۔ انگریز حکومت کی بہترین پالیسیوں کو نمایاں کیا جائے، مسلم سپہ سالاروں کے بجائے سکندر اعظم کو عظیم ترین جرنیل کے طور پر پیش کیا جائے۔

آج تک محبان وطن اس غلط فہمی کا شکار رہے ہیں کہ ہمارے ارباب بست وکشاد اکھنڈ بھارت کے شدید مخالف ہیں اور یہ لچک در لچک تو محض مسئلہ کشمیر کے حل تک پہنچنے کا محض ایک ہتھکنڈہ ہے مگر خیر ہو وفاقی وزارتِ تعلیم کی جس نے آنکھیں کھول دی ہیں کہ یہ لچکیلا پل تو دونوں ملکوں کے درمیان دوئی کا پردہ گرانے کے لئے قائم کیا جارہا ہے، تاکہ ایک نئی ٹھوس اور قابلِ فخر تاریخ لکھ کر تاریخ اسلام کے منہ پر اپنے تاریخی گناہوں کی کالک مل جاسکے۔ بہرحال یہ مشن 'خوب' ہے اسے اس طرح نامکمل تو نہ رہنے دیا جائے کہ فقط اشوک، سکندر اعظم اور چند دیگر ہندو حکمرانوں کو ہی خراجِ تحسین پیش کیا جائے اور تقسیم کے مخالفین، پاکستان دشمن حضرات کا ذکر ہی نہ ہو، گاندھی، نہرو، پٹیل، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ان خدمات کو بھی شاملِ نصاب کیا جائے جو متحدہ ہندوستان بنانا چاہتے تھے۔ مسلم لیگ کی خدمات اور کامیابیوں پر اتنا زور کیوں انگریز اور اس کی پالیسیوں کی تعریف وتوصیف بھی ہماری تاریخ کا حصہ بنی چاہیے۔ رہ گئی برصغیر کے مسلمانوں کی قابلِ فخر تاریخ تو اسے بت شکن کی جگہ بت فروش ثابت کیا جائے تاکہ وہ بھی ''ٹھوس'' بن سکے۔ ہمیں ''افسوس'' ہے کہ یہ روشن خیالانِ چمن اگر تقسیم کے وقت بھی موجود ہوتے تو آج یہ کام کس قدر آسان ہوگیا ہوتا، نہ یہاں کسی مسلم سپہ سالار کا ذکر ہوتا اور نہ اورنگزیب کے قرآن لکھنے اور ٹوپیاں بنا کر گزارہ کرنے کا احوال تاریخ کا حصہ بنتا۔ ''کھوکھلی'' اسلامی تاریخ کی جگہ اکھنڈ بھارت میں ٹھوس ہندو تاریخ کے حقائق پڑھنے کو ملتے۔

وزارتِ تعلیم کی اسلام بیزاری اور پاکستان دشمنی کا مزید جائزہ لینے کے لئے اسی 'سرراہے' مورخہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۵ کا یہ نوٹ ملاحظہ ہو۔

''سنا ہے کہ جنہوں نے یہ محاورہ ایجاد کیا تھا کہ ''پڑھو فارسی بیچو تیل'' ان کے جانشینوں نے بالآخر یہ فیصلہ کرکے اس پر عمل درآمد شروع کردیا ہے کہ نظریاتی ریاست پاکستان کے تعلیمی اداروں سے عربی، فارسی، اسلامیات، مطالعہ پاکستان، تاریخ اسلام کے مضامین کو رخصت کردیا جائے کیوں کہ یہ غیر منفعت بخش علم ہے جس کی لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بننے والے ملک کے نوجوانوں کو ضرورت نہیں۔ طے یہ پایا ہے کہ انہیں بیک بینی و دوگوش نکالنے کے بجائے دھیرے دھیرے ہولے ہولے دیس نکالا دیا جائے۔ عربی فارسی کی ہمارے پاکستان و اسلام دشمن ہمسائے کو تو ضرورت ہے کیوں کہ وہاں زور شور سے یہ مضامین پڑھائے جارہے ہیں مگر پاکستان کو نہیں۔ آج کل کالجوں میں عربی فارسی میں داخلے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی بلکہ بعض اداروں میں تو مضامین کے کمبینیشن اس طرح سے ترتیب دیے جاتے ہیں کہ عربی فارسی کوئی طالب علم رکھ ہی نہ سکے۔ عربی دین ودنیا کی زبان ہے، اسی میں ہمارا قرآن ہے، قبر میں بھی سارا مکالمہ عربی میں ہوگا۔ ہمارے برادر عربی ممالک کی بھی زبان عربی ہے شاید کوشش کی جارہی ہے کہ ہم قرآن سے براہ راست فہم حاصل نہ کرسکیں۔ اسلامیات کی بابت اربابِ بست وکشاد کے نمائندے یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ مضمون تو گھر ہی میں سیکھا جاسکتا ہے اس پر اتنا پیسہ ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ہر قوم اور ہر ملت کے لئے ان کے مخصوص محرکات ہوتے ہیں جن سے وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کی ترغیب پاتے ہیں، اسلامیات، عربی، فارسی، تاریخ اسلام، مطالعہ پاکستان وہ مضامین ہیں جن کے باعث ہمیں اپنے ملک پاکستان سے وابستگی کا احساس ملتا ہے جو شخص اپنے گھر سے دلچسپی ہی نہ رکھے اس کی دولت اس کے گھر پر خرچ نہ ہوگی۔ سائنسی علوم بھی ہمارے کام تب آسکتے ہیں کہ ہم اپنے وطن سے جڑے رہیں اور وطنِ عزیز سے ہمارا ناطہ جن مضامین نے جوڑ رکھا ہے وہ اسلامیات عربی، فارسی،

مطالعہ پاکستان اور تاریخ اسلام ہیں۔"

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ　　　وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

گویا یہ سب کچھ اس پاکستان میں ہو رہا ہے جو کبھی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت تھی اور جس کی خوشخبری خود حضور پرنور ﷺ نے کئی خوش نصیب حضرات کے خواب میں تشریف لا کر دی تھی، فرمایئے صرف 'وزارت تعلیم' ہی کے 'منحوس اقدامات' کو شمار کیا جائے تو کتنے' زلزلے' بنتے ہیں

پاکستان کی اس پاک سرزمین میں گجرات شہر کا ناپاک فرد جو ملک کا وزیر اعظم بھی رہ چکا ہے اور مسلم لیگ (ق) کا صدر بھی ہے ہندوستان جا کر خوشی سے ماتھے پر تلک لگاتا ہے۔ سوچئے' قائد اعظم' کے وارث کو یہ زیبا ہے اور اگر یہ بھی اس عظیم شخصیت کا وارث بنتا ہے تو یوں سمجھئے وارث نہیں بلکہ' کائد اعظم' ہے۔ اس کے اس طرز عمل پر میرؔ کا شعر یاد آتا ہے۔

میرؔ کے دین و مذہب کی کیا پوچھتے ہو، اس نے تو　　　قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

گویا تلک لگانا بھی ترک اسلام کی علامت ہے۔ میرؔ نے محض شاعرانہ انداز میں جو بات کی تھی ،' کائد اعظم' نے اسے عملاً کر دکھایا اور ثابت کر دیا اگر میرؔ گفتار کا غازی تھا تو ہم کردار کے غازی ہیں۔ خدا ملک کو ایسے ننگ اسلام غازیوں سے بچائے۔ جو بڑے شوق سے شجاعت حسین کی بجائے شجاعت رام ہونے کو پسند کرتے ہیں اسی کا چھوٹا بھائی پرویز الٰہی پنجاب کا وزیر اعلیٰ ہے۔

اس نے مشہور تاریخی مسجد' شہید گنج' کی بجائے گوردوارہ تعمیر کر دیا ہے۔ گویا وہ بڑا بھائی شجاعت رام ہے تو چھوٹا پرویز سنگھ بن گیا۔ میں نے عرض کیا

دو چچیرے بھائی ہیں گجرات کا نام و نشاں　　　دیکھ لو اس سرزمیں کا بخت کیا بیدار ہے
اک شجاعت رام ہے اور دوسرا پرویز سنگھ　　　جس کو دیکھو وہ خدا کے دین سے بیزار ہے
ایک ایڈوانی کی بھدی ناک کا ہے بال اگر　　　دوسرا رنجیت سنگھ کی آنکھ کا بیمار ہے
اس نے اس پنڈت سے رکھوائی ہے مندر کی بنا　　　دوسرا بھی گوردواروں کا اجارہ دار ہے
عین ممکن ہے کہ ایڈوانی کا ہو وہ جانشین　　　اور یہ سردار جی تو پہلے ہی سردار ہے

مسلم لیگ کے صدر کا ماتھے پر تلک لگانا اور مسجد کی جگہ گوردوارہ تعمیر کرنا اور وہ بھی پاکستان کی سرزمین میں' فرمایئے کیا چھوٹے زلزلے ہیں۔

اب تازہ حادثہ کہ آزاد کشمیر بش کی فوج پہنچ گئی ہے، یہ بدبخت تو تجارت کے لئے بھی آئیں تو پورے برصغیر پر قبضہ جما لیتے ہیں، فوج لے کر آئیں تو کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ ایک اور خطرناک زلزلہ نہیں اس سے پہلے اسلام کی بدترین دشمن نام نہاد اسرائیلی حکومت سے محبت کی پینگیں بڑھانا اور معاذ اللہ اس کی امداد قبول کرنا بھی کیا چھوٹا زلزلہ ہے۔

اس قسم کے بیشمار زلزلوں کے بعد قدرت کی طرف سے بھی ایک زلزلہ آیا مگر مردہ دلوں نے اس سے بھی کوئی عبرت نہیں پکڑی۔ زمین ہل گئی مگر دل نہ ہلے، پہاڑ اڑ گئے مگر خوف الٰہی سے چہروں کا رنگ نہ اڑا، کتنے ایوان اور ٹاور زمین بوس ہوئے مگر جبین ناز پھر بھی اپنے خالق و مالک کے حضور زمین بوس نہیں ہوئی یہ کیوں؟ اس لئے کہ دلوں میں ایمان کے چراغ گل ہو گئے ہیں، دل شعور سے عاری ہیں احساس و شعور نے ساتھ چھوڑ دیا ہے بلکہ قوم کو مزید غافل و عیاش بنانے کے لئے بڑے بڑے قلمکار اسے محض جغرافیائی توڑ موڑ قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، تا کہ احساس بیدار ہونے کے جو تھوڑے بہت امکانات ہیں، وہ بھی ختم کر دیئے جائیں، آپ حیران ہوں گے ڈاکٹر اسرار جیسا پراسرار شخص بھی یہی باغیانہ طرز فکر لئے ہوئے ہے

ہم پورے وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ ادب و تعظیم رسول ﷺ کے منکر ہیں اور جن کی ساری زندگی فضائل رسول ﷺ کے انکار میں گزری ہے، انھیں توحید بلکہ ایمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہی بدنصیب ہیں جن سے قرآن پاک نے **لا تشعرون** (یعنی تمہیں شعور نہیں الحجرات) فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا جو بیان نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے، تضادات کا مجموعہ ہے۔ ہم اس کے سارے بیان کو نہیں

صرف ایک دو جملے قارئین کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔

"کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا لاہور اور کراچی بداعمالیوں کے سب سے بڑے اڈے نہیں ہیں۔ کیا وہاں جہاں زلزلہ سے تباہی ہوئی ہے' وہاں زیادہ بداعمالیاں تھیں۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر اسرار نے کہا' پاکستان کے موجودہ حالات کے حوالے سے عذاب اکبر تین شکلوں میں آسکتا ہے اور پہلی شکل پاکستان ۵ سے ۶ حصوں میں تقسیم ہو جائے گا، دوسری شکل میں بھارت پاکستان پر قبضہ کرے گا اور تیسری شکل میں پاکستان بھارت کی تابع اسٹیٹ بن کے رہے گا۔ انھوں نے کہا میرے خیال میں حالات اس طرف جا رہے ہیں اور امریکی تھنک ٹینک کہہ رہے ہیں ۲۰۲۰ء تک پاکستان کا وجود نہیں ہوگا'۔

دیکھو خدا کا باغی اس زلزلے کو عذاب الٰہی کی ایک شکل ماننے کے لئے تیار نہیں اور اس کا استدلال یہ ہے کہ کراچی اور لاہور میں اس سے بھی زیادہ بداعمالیوں کے مرکز ہیں۔ گویا اس کو تباہ شدہ ایریا کے ایک ایک فرد کا یا ایک ایک بستی کا علم تھا کہ وہاں گویا بداعمالیاں کم تھیں۔ ابھی چند روز قبل میرے دو عزیز جن میں سے ہر ایک کا نام جاوید اقبال ہے، اسلام آباد سے میرے ہاں تشریف لائے۔ انھوں نے بتایا کہ مارگلہ ٹاور کے ملبے سے شراب کی ٹوٹی اور بکھری ہوئی بوتلیں ملیں یا ننگے مردوں اور ننگی عورتوں کی لاشیں۔ اب اخبارات میں ٹاور والوں کا مطالبہ آ گیا کہ ہمیں ایسی ہی جگہ رہائش کے لئے ملنی چاہئے ورنہ ہم قبول نہیں کریں گے۔ جس علاقے میں یہ تباہی پھیلی ہے وہاں بعض امدادی سامان لیجانے والوں نے سخت دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں لوٹ مار عام ہے۔ عام پانی کی بوتلوں کو توڑ دیتے ہیں کہ خود پیپسی پیتے ہو اور ہمارے لئے صرف پانی، قیمتی کپڑے پر تقسیم کرنے سے پہلے ہی قبضہ جما لیتے ہیں اور سادہ اور کم قیمت کو جلا دیتے ہیں۔ امداد کا بعض سامان راولپنڈی کے بازاروں میں فروخت ہوا بھی دیکھا گیا۔ یہ تو ان کے کرتوت ہیں کہ رسی جل گئی پر بل نہ گیا۔

رہ گئی پاکستان پر عذاب اکبر کی تین شکلیں اس منحوس آدمی نے بیان کی ہیں۔ ہم اپنے مولا کی رحمت پر بھروسا کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ انشاءاللہ العزیز ایسا نہیں ہوگا، دیکھئے اللہ کے قریب ترین حبیب ﷺ کے علم غیب کا منکر اپنے علم غیب پر کتنا مصر ہے۔ کاش پاکستان میں کوئی غیر تمند مسلم حکمران ہوتا جو قوم میں مایوسی و بددلی پھیلانے والے ایسے مردودوں کو قرار واقعی سزا دیتا۔ آج یہاں بید ین' کھلا ہے۔ سنو اگرچہ حکمران سخت اسلام دشمن ہیں اور ان کی پالیسیاں سخت نقصان دہ ہیں، پھر بھی انشاءاللہ العزیز ایسا نہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے ان مردہ دل حکمرانوں کو توبہ کی توفیق مل جائے ورنہ یقین جانئے اللہ کے سامنے ان کی کیا وقعت ہے۔ ایک آن میں اور بندے لاسکتا ہے، وہ قادر مطلق ہے اور پاکستان گویا ایک مسجد ہے۔

موجودہ زلزلہ یقیناً ایک تنبیہ ہے اور سامان عبرت و نصیحت۔ اے مشرف عبرت پکڑ اور خود توبہ کر کے قوم کو توبہ و استغفار کی طرف مائل کر۔ ورنہ جعفر و صادق کے انجام سے ڈر۔ مفکر پاکستان حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن

نا قبول و نا امید و نا مراد! ملتے از کارشاں اندر فساد

ہمیں حکومت کے حصول سے کوئی دلچسپی نہیں، تیری خیر خواہی کے لئے توبہ کی بات کرتے ہیں، کاش تو سمجھے۔ یاد رکھ غدار جس وقت غداری کے عمل میں ہوتے ہیں انھیں انجام کی پروا نہیں ہوتی مگر اس کے بعد ان کا انجام اتنا عبرتناک ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کو مجروح کرنا، یہاں کے نصاب تعلیم کو اسلام دشمنوں کی خواہشات کے ماتحت کرنا، فاشی و بے حیائی کو فروغ دینا وغیرہ وغیرہ اسلام سے اور پاکستان سے غداری ہے۔ اس سے باز آ ورنہ قدرت تجھ سے سخت بدلہ لے گی اور محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے دربار سے بھی رحمتوں کے بجائے لعنتوں کے طوق تیرے لئے وقف ہوں گے۔ سوچ تجھے کیا کرنا تھا اور کیا کر رہا ہے، تجھ سے کیا توقع تھی اور تیرا طرز عمل اس سے کتنا مختلف ہے۔ کاش تجھے قرآن پاک پر ایمان ہوتا اور اس کی آواز سن سکنے کی طاقت رکھتا۔ کاش تجھے بھی ہوش آئے اور قوم کو بھی۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔

**الـم يا ن للذين امنوا ان تخشع قلو بهم لذ كر الله وما نزل من الحق ولا يكونو ا كا لذين اوتو ا الكتب من قبل فطال عليهم الا مد فقست قلوبهم و كثير منهم فسقون o** (الحدید۔۱۱)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

ہاں ہاں یہ ہماری سنگدلی ہے کہ اس عبرتناک واقعے سے بھی ہماری شقاوت میں کمی نہ آئی اور الٹے اسے عبرتناک تازیانہ قدرت سمجھنے کے برعکس اسے محض جغرافیائی انقلاب سے تعبیر کر رہے ہیں۔ مختلف بداعمالیوں کے مرتکب جو اس عذاب سے بچ گئے ہیں، انھیں اس آیت کریمہ پر بھی غور کرنا چاہئے

**و لا يحسبن الذين كفر و اانما نملى لهم خير لا نفسهم انما نملى لهم ليز دادو اثماً و لهم عذاب مهين**O (آل عمران۔۱۷۸)

ترجمہ: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انھیں ڈھیل دیتے ہیں، کچھ ان کیلئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انھیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

گویا جو لوگ عبرت نہیں پکڑتے اور اپنے فسق و فجور میں اور آگے نکل جاتے ہیں، ان کے عذاب میں تاخیر اس لئے نہیں کہ اس میں ان کا فائدہ ہے بلکہ اس لئے کہ انھیں سخت ترین سزا دینے کے لئے اور مہلت دی جائے۔ وہ گناہ میں اور آگے بڑھیں اور عذاب بھی اسی حساب سے شدید سے شدید تر ہو

## خوش کن خبریں۔

**ا۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ:** چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار محمد چوہدری کی سربراہی میں قائم فل بینچ نے پورے ملک میں پتنگ بازی، پتنگ سازی اور اس میں استعمال ہونے والی ہر قسم کی ڈور کی تیاری پر ایک ماہ کیلئے مکمل پابندی عائد کر دی ہے۔ یہ حکم پتنگ بازی کی وجہ سے ہونے والی ہلاکتوں کی روک تھام کیلئے سوموٹو اختیارات کے تحت شروع کی گئی کارروائی کی سماعت کے بعد دیا گیا۔ عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ آئی جی پولیس اور ضلعی ناظم ان احکامات پر عمل درآمد کرانے کے پابند ہوں گے اور اگر اس دوران سپریم کورٹ کے رجسٹرار کو کہیں سے بھی شکایت ملی کہ عدالتی احکامات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو اس پر متعلقہ ضلع ناظم اور آئی جی پولیس کو ذمہ دار ٹھہرا کر توہین عدالت کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

یہ حکومت کی لاپروائی اور عدم توجہی کا نتیجہ ہے کہ سپریم کورٹ نے پتنگ بازی کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں پر سوموٹو اختیارات کے تحت کارروائی شروع کی اور سماعت کے بعد ایک ماہ تک کیلئے اس پر پابندی لگا دی۔ حکومت اگر قانون پر عملدرآمد کرواتی تو کئی معصوم اور بے گناہ افراد کی جانیں بچ سکتی تھیں اور اس سے جانی و مالی نقصان بھی نہ ہوتا۔ بڑے شہروں اور خاص طور پر لاہور میں پتنگ بازی کی وجہ سے کئی افراد زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں جس کے بعد پتنگ بازی پر پابندی کے مطالبات زور پکڑ گئے مگر حکومت نے اس نقصان اور لوگوں کے جائز مطالبات پر دھیان نہیں دیا۔ اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ حکومت جان بوجھ کر اس کام کو روکنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی تھی۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے کہ جو کام حکومت نہیں کر سکی وہ سپریم کورٹ نے کر دکھایا۔

سپریم کورٹ نے اس پابندی پر عملدرآمد کرانے کے لئے جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بعد امید ہے کہ پتنگ بازی کے رجحان میں بہت حد تک کمی آجائے گی۔ توہین عدالت کی کارروائی سے بچنے کیلئے ضلعی ناظم اور پولیس آفیسران ملکر پتنگ بازی اور پتنگ سازی کو روکیں گے اور جو لوگ اس میں ملوث پائے گئے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کریں گے۔

یہ بات سچ ہے کہ اس کاروبار سے ہزاروں خاندانوں کا رزق وابستہ ہے اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان افراد کیلئے متبادل کاروبار کا بندوبست کرے، لیکن اس بات کو بنیاد بنا کر لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ عدالت کو یہ بتایا گیا کہ صرف ماہ ستمبر میں لاہور میں 5 ہزار 566 بار بجلی کی ٹرپنگ ہوئی جس کی وجہ سے لیسکو کو بے پناہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، جس پر چیف جسٹس نے ریمارکس دیئے کہ اربوں روپے کا نقصان تو لوگوں کے گھروں میں بھی ہوتا ہے اور ٹرپنگ کی وجہ سے لوگوں کی الیکٹرونکس کی اشیاء جل جاتی ہے لیکن سب سے بڑا نقصان

تو انسانی جانوں کا ہو رہا ہے۔ موٹر سائیکل پر جانے والے کتنے فرد کی گردن پر ڈور پھر جاتی ہے اور کوئی بھی اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ سپریم کورٹ نے اس سارے معاملے کی روک تھام کیلئے جو طریقہ کار اپنایا ہے، اس کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہوں گے۔ اگر اس طرح کا کوئی فیصلہ کر لیا جائے کہ جس علاقے میں چوری، ڈاکہ یا کوئی واردات ہو تو اس کی ذمہ داری ایس ایچ او پر ڈالی جائے تو دنوں میں معاشرے میں سدھار آ سکتا ہے۔

کیا یہ بات افسوسناک نہیں ہے کہ پتنگ بازی اور پتنگ سازی کی روک تھام کیلئے پنجاب لوکل گورنمنٹ کا قانون موجود ہے لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ اس وقت ضرورت کوئی نیا قانون بنانے کی بھی نہیں ہے بلکہ اس پر موثر انداز میں عملدرآمد کروا دیا جائے تو معاملات میں سدھار آ سکتا ہے۔ پتنگ بازی کی وجہ سے جس قدر ہلاکتیں ہو چکی ہیں، اس کے بعد اسے کلچر یا کاروبار کی وجہ سے ہرگز چھوٹ نہیں دی جا سکتی بلکہ ہم تو پہلے بھی کرتے رہے ہیں کہ اس طرح کی ہلاکتوں پر پتنگ بازوں کے خلاف قتل کے مقدمات درج کئے جائیں۔ عوام نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر سکھ کا سانس لیا ہے۔

۲۔ **ضلع ناظم گجرات کا ایمان افروز حکم:** گجرات (بیورو رپورٹ) ضلع ناظم چودھری شفاعت حسین نے گذشتہ روز اپنے دفتر میں بیٹھ کر سرکاری امور سرانجام دینا شروع کر دیئے ہیں انہوں نے بطور ضلع ناظم پہلا حکم نامہ یہ جاری کیا کہ آئندہ سے ضلع بھر کے تمام سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں میں اسمبلی کے دوران درود شریف لازمی پڑھایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جس عظیم ہستی یعنی نبی پاک ﷺ کی خاطر یہ کائنات تشکیل دی گئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں درود بھیجنے کا حکم جاری فرمایا ہے لہذا میری خواہش ہے کہ ہمارے بچے اپنے دن کا آغاز اس نیک کام سے کریں تاکہ ہم اپنے بچوں کو جو تعلیم دے رہے ہیں اس میں پاکیزگی و برکت شامل ہو جائے۔ چودھری شفاعت حسین نے کہا کہ میں خود بھی آئندہ سکولوں و کالجوں کے اچانک دورے کروں گا اور دیکھوں گا کہ میرے احکامات پر کس حد تک عملدرآمد ہو رہا ہے۔ انہوں نے ضلع بھر کے یونین ناظمین کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ بھی اپنے حلقے میں موجود سرکاری و نجی سکولوں اور کالجوں کا اسمبلی کے وقت اچانک دورہ کریں اور اگر کہیں ان احکامات کی خلاف ورزی دیکھیں تو فوری طور پر میرے نوٹس میں لایا جائے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کہا کہ تمام ترقیاتی محکمے ترقیاتی سکیموں پر کام کی رفتار تیز کریں اور معیار کو بھی یقینی بنائیں۔ ان خیالات کا اظہار ضلع ناظم چودھری شفاعت حسین نے اپنے دفتر میں ضلع وصوبائی شاہرات، صوبائی و ضلع محکمہ تعمیرات اور محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے ہدایات کیں کہ نئی سکیمیں تیار کر کے ان کے تخمینے فوری طور پر پیش کریں تاکہ انہیں مجاز اتھارٹی سے منظور کرایا جا سکے۔ (روزنامہ ایکسپریس مورخہ ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۵)

۳۔ **تحصیل ناظم شکر گڑھ کے کارنامے:**

(۱) شکر گڑھ (تحصیل رپورٹر) عوامی، مذہبی حلقوں اور شہریوں کے مطالبہ پر تحصیل ناظم چودھری طارق انیس نے رمضان المبارک کا تقدس پامال کرنے پر شہر میں کھلے رہنے والے متعدد ہوٹل بند کرا دیئے۔ مختلف وفود نے تحصیل ناظم کو شکایت کی تھی کہ رمضان المبارک میں کھلے رہنے والے ہوٹلوں میں مقامی لوگ کھانا کھاتے ہیں جبکہ یہاں مسافروں کی آمد و رفت نہ ہے جس پر تحصیل ناظم نے تمام ہوٹلوں کے لائسنس ختم کرا کے ان کے کھلنے پر پابندی عائد کر دی۔ تحصیل ناظم نے ہوٹل مالکان کو تنبیہ کی ہے کہ فیصلہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کیساتھ سختی سے نبٹا جائے گا اور انہیں بھاری جرمانے کئے جائیں گے۔ دریں اثناء تحصیل ناظم شکر گڑھ طارق انیس چودھری نے جنرل آرڈر پاس کیا ہے جس کے تحت ٹی ایم اے کے عملہ کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ بازاروں میں چھوٹے دکانداروں اور ریڑھی بانوں کو جرمانے نہیں کریں گے۔ تحصیل ناظم نے کہا ہے کہ تاجروں اور شہریوں کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ جس کی مشاورت سے تجاوزات اور دیگر مسائل حل کئے جائیں گے۔ (ایکسپریس ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۵)

(۲) چودھری عالم (ایڈووکیٹ) کی روایت کے مطابق ایک شخص دو حقیقی بہنوں کو بیویوں کی طرح رکھتا تھا۔ اسے پولیس کے حوالے کیا۔

(۳) بقول چودھری محمد عالم چودھری طارق انیس نے اعلان کیا کہ تحصیل میں ڈکیتی قطعاً برداشت نہیں کی جائے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ مشاہدہ عام کے مطابق جس دن سے چودھری صاحب موصوف نے ناظم تحصیل کا چارج لیا ہے۔ ڈکیتی موقوف ہو گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اسلام اور شیطان کے سپوت

قسط : 14

تحریر
پروفیسر محمد حسین آسی

**خلفائے راشدین اور دوسری قوموں کے حکمران :** آپ نے گذشتہ اقساط میں خلفائے راشدین کی سیرت و کردار اور طرز حکومت کا نہایت اختصار سے مطالعہ فرمایا۔ یہ وہ مقدس لوگ تھے جنھیں حضور رحمتہ للعلمین ﷺ نے بنی نوع انسان کے لئے نمونے کے حکمران بنا کر پیش کیا۔ اگر آپ غور کریں اور انصاف سے فیصلہ کریں تو بتائیں کیا تاریخ عالم میں ان کی مثال کسی بھی دور میں مل سکتی ہے، پہلے کے دور میں نہ سہی، بعد میں ہی سہی۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ آقا و مولا حضور سرور کائنات اصل موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات اگر بے مثل ہیں تو ان سے تربیت حاصل کرنے والے اصحاب کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ کس قوم کا کونسا سربراہ ایسا ہوا ہے جو زہد و تقویٰ، طہارت فکر و نظر، سادگی خوراک ولباس و مکان، عدل و انصاف اور انسداد ظلم و ستم، حقوق العباد کی حفاظت، رعایا کی نگرانی و پاسبانی وغیرہ بلکہ کسی پہلو میں بھی ان جیسا ہو۔ غلاموں سے مساویانہ برتاؤ اور ذمیوں سے حسن سلوک، فوجوں کو یہ نصیحت کہ دوسرے مذاہب کے گوشہ نشین راہبوں، نیز بچوں بوڑھوں اور عورتوں سے تعرض نہ کرنا اور فصلوں، باغوں اور مویشیوں تک کی حفاظت کرنا وغیرہ کیا ایسا اہتمام کہیں اور بھی نظر آتا ہے۔ پھر جن علاقوں کو زیر نگیں کریں، وہاں رعایا کو زمینوں کے مالکانہ حقوق عطا کرنا اور انھیں پہلے کے بادشاہوں اور ان کے امراو وزرا کے جور و استبداد سے نجات دلانا کیا معمولی بات ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، امریکہ کا شیطان اکبر 'بش' جو ہمارے پاکستانی حکمرانوں کا پیر و مرشد ہے، تہذیب اور انسانی حقوق کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود کیا انسانیت کا سب سے بڑا دشمن نہیں ہے۔ کیا یہ بھارت اور نام نہاد اسرائیل جیسے غنڈے ملکوں کا سرپرست نہیں، کیا اس نے مسلمان قیدیوں سے جو سلوک کیا ہے' انسانیت اس کی اجازت دیتی ہے۔ کیا اس نے علاقوں کے علاقے انسانوں سے خالی کرا دینے کی لعنت اپنے حصے میں نہیں لی اور کیا اسے اسلام اور مسلمانوں سے بدترین نفرت نہیں ہے۔ وہ انجیل جو سینکڑوں ہزاروں تبدیلیوں کے باوجود اس وقت بھی انجیل کہلاتی ہے، کیا کسی مسلمان کے بارے میں سنا کہ اس نے اس کی کبھی توہین کی، مگر اس کے برعکس قرآن مجید جس کا آج تک ایک شوشہ تک تبدیل نہیں ہوا اور ایک عالم اس کے یقینی و حتمی کلام خدا ہونے کا قائل ہے، بش جیسے ملعون اعظم کے ملعون بھیڑیوں نے اس کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے، کیا انسانیت اس کی اجازت دیتی ہے۔ (کاش ہمارے حکمرانوں میں بھی کچھ دینی غیرت ہوتی اور اسی دلخراش ترین سانحے کو ہی بنیاد بنا کر امریکہ سے قطع تعلق کر لیتے مگر ان بدبختوں کو غیرت اسلامی سے کیا غرض' یہ تو الٹا اس کی خوشنودی کیلیے خود اسلام ہی سے جان چھڑا چکے ہیں اور پوری قوم کو اس سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں) مختصر یہ کہ اس وقت بھی مختلف قوموں کے طرز فکر' طرز عمل اور طرز حکومت کو سامنے رکھیں اور ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتائیں، کیا ان کے دستور اور منشور میں آفاقیت کا کوئی پہلو موجود ہے اور کیا ان میں بنی نوع انسان کے مسائل حل کرنے کی ہلکی سی تڑپ موجود ہے۔ کیا یہ اپنے سوا کسی مذہب یا دین کا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اسلام کے سوا جو بڑے بڑے مذاہب جو اس وقت دنیا میں موجود ہیں عیسائیت، ہندو مذہب، یا پھر آجا کے یہودیت عیسائیت کا نمائندہ 'بش' اسلام کے خلاف صلیبی جنگوں میں مصروف ہے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے طوفان توڑ رہا ہے، ہندو بھارت اور کشمیر میں نہتے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں، یہودیوں نے اپنے ملک میں فرزندان اسلام کے خلاف کیا 'حشر' برپا کر رکھا ہے۔ کیا یہ سلوک خود اسی زمانے میں کسی مسلمان ملک میں کسی عیسائی، ہندو اور یہودی کے ساتھ ہوا ہے یا ہو رہا

ہے۔نہیں ایسا نہیں یہ صرف عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں سے ڈر کہ نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ برے سے برا اور ظالم سے ظالم مسلمان بھی ایسا ظالم نہیں ہوتا جس طرح اسلام کے دشمن ظالم ہیں پھر یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ لاکھ مروت کریں، یہ ہوسکتا ہے کوئی متاثر ہوکر مسلمان ہوجائے مگر عموماً ان کی سوئی وہیں رہتی ہے، جہاں تھی اور ان کی طرف سے اس حسن سلوک کا جواب جب انھیں موقعہ ملے محسن کشی کا بدترین مظاہرہ ہوتا ہے۔ پھر یہ آج کل کی بات ہی نہیں، صدیوں سے ان کا رویہ ایسا ہی ہے۔

آیئے چند حقائق کو پھر سامنے لائیں۔

**مدینہ منورہ میں طلوع اسلام:** مدینہ منورہ میں حضور پرنور ﷺ ہجرت فرما کر تشریف لائے۔ اس واقعے سے پہلے خود یہودی نبی آخرالزمان ﷺ کے ظہور کی خوشخبری دیا کرتے تھے اور مشرکین علاقہ سے کہا کرتے تھے کہ ہم اس نبی مکرم ﷺ کے زیر سایہ رحمت آپ سے بدلہ لیں گے وہ حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن سے واقف تھے چنانچہ صبح میلاد کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک یہودی بلند آواز سے چیخ رہا تھا کہ آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ظہور کی علامت کے طور پر جو ستارہ چمکنا تھا، وہ طلوع ہوگیا۔ پھر جب ہجرت کے موقعے پر ان لوگوں نے دیکھا تو ان کو حضور پرنور ﷺ کی نبوت کے بارے میں یقین کامل تھا کیونکہ ان کی کتاب میں بیان کردہ ایک ایک نشانی وہ اپنی آنکھوں سے دن کے اجالے میں دیکھ چکے، بلکہ بہت سے یہودی ان علماء یہود کی اولاد میں سے تھے جو تبع حمیری شاہ یمن کے ساتھ آئے تھے اور انھوں نے اسے بتایا تھا کہ علاقے کے فتح نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہاں اللہ کا آخری نبی (ﷺ) ہجرت کرکے تشریف فرما ہوگا۔ تبع نے ان کو مکانات بنا کر دیئے اور ساتھ ہی ایک ہی عریضہ حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے لکھا نیز ایک مکان اس نے خاص حضور ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرنے کیلئے بنایا، چنانچہ وہ عقیدت نامہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کا ہی وہ مکان تھا جو دراصل حضور پرنور ﷺ کے لئے بنایا گیا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے ہی پہلے اس خط کے متعلق پوچھا آپ بھی ذرا اس خط میں تبع کی نعت کے اشعار پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرلیں۔

**شهدت علی احمد انه، رسول من الله باری النسم**
**فلو مد عمری الی عمره لکنت وزیر اله وابن عم**

ترجمہ: گواہی دیتا ہوں کہ بیشک احمد ﷺ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والے کے رسول ہیں اگر میری عمر نے وفا کیا اور میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا تو ان کا وزیر اور خدمت گار رہوں گا۔

خط کا متن اور ترجمہ ملاحظہ ہو:

**" الی محمد بن عبد الله و نبیُ الله رسولہٖ و خاتم النبیین صلی الله من تبع الا ول الحمیری اما بعد . فانی امنت بک و کتابک الذی انزل علیک وانا علیٰ دینک و سنت بک وامنت بربک وبکل ما جا ء من ربک من شرائع الا یمان و الاسلام فان ادرکتک فبها و الا فاشفع لی ولا تنسنی یوم القیامة فانی من امتک الا ولین وملة ابیک ابراهیم"** ، ثمرات الاوراق، (وفا الوفاء، جذب القلوب، مقدمہ میزان الادیان، بالفاظ متقاربہ حجۃ اللہ علی العلمین، تاریخ ابن عساکر)۔

ترجمہ: محمد بن عبداللہ کے نبی انبیاء کے خاتم رب العالمین کے فرستادہ ﷺ کی طرف تبع اول حمیری کی طرف سے میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں اور آپ کے دین اور طریقہ پر ہوں۔ آپ کے رب پر اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کے سلسلہ میں آیا۔ اس پر ایمان لایا ہوں۔ اگر میں آپ کا زمانہ پالوں تو بہتر ورنہ قیامت میں میری شفاعت فرمانا اور بھول نہ جانا میں آپ کا پہلا امتی ہوں۔ آپ کی آمد سے پہلے آپ پر ایمان لایا ہوں اور بیعت کی ہے میں آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔

کہنا یہ ہے کہ یہودیوں کا مدینہ منورہ میں قیام ہی حضور پرنور ﷺ کے صدقے ہوا بلکہ ان کو مکانات بھی رحمۃ للعلمین ﷺ کی برکت سے ملے اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ شہنشاہ کائنات ﷺ کا استقبال کریں، ان کی تصدیق کریں اور ان کے غلام بن جائیں مگر یہودیوں کا طرز عمل عمومی کتنا برعکس تھا، چند خوش نصیب افراد کے سوا سب نے جان بوجھ کر مخالفت کی اور جان کر مخالفت کی کہ یہ اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) اور کوئی

انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

**یہودیوں عیسائیوں سے حسن سلوک:** حضور ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ فرما ہوئے تو انھیں یہودیوں سے معاہدہ فرمایا۔ کتاب سیرت رحمۃ للعلمین کے عظیم مصنف قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مرحوم نے اس معاہدے پر جو تبصرہ کیا ہے، ملاحظہ ہو

'رحمۃ للعلمین وہ ہے جو یہود جیسی مخذول و مغضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل وخوار ٹھہرایا تھا، مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرماتا ہے اور معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شاد کام فرماتا ہے،

چلتے چلتے عیسائیوں پر بھی حضور پرنور ﷺ کی عنایات مخصوصہ کے بارے میں انھیں قاضی صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے

''رحمۃ للعلمین وہ ہے جو جملہ عیسائی اقوام کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جب کہ دوسری مذہبی کو نسل پہلی مذہبی کونسل کو اور تیسری مذہبی کونسل دوسری مذہبی کونسل کو کفر ولعنت کا تحفہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کاروائی کیا کرتی تھی

وہ عیسائیوں کے جان و مال کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جب کہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلم اور روما اور مصر میں خونریزی کو عام کر رکھا تھا''۔ (رحمۃ للعلمین جلد سوم)

یہودیوں کی طرح عیسائیوں کو بھی حضور ﷺ کے نبی آخر الزمان ہونے کا پورا یقین تھا۔ بحیرا راہب اور نسطورا راہب پھر نجاشی بادشاہ حبشہ جس نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا اور ہرقل قیصر روم تک کو خدا کے محبوب اکرم و اعظم ﷺ کی نبوت بلکہ خاتمیت میں کوئی شک نہیں تھا۔ مدینہ منورہ کے عیسائی بھی بیتابی سے حضور ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے (ﷺ) کے آنے کی خبر دی تھی، چنانچہ تب سے عیسائی بھی اس نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لینے والا' عیسائیوں کو جلال بخشنے والا مسیح علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل ابنیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا ہے۔ تب وہ بھی ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ (رحمۃ للعلمین۔ جلد اول)

حضور پرنور ﷺ نے یہود اور مدینہ منورہ کے گردونواح کی دیگر اقوام کے ساتھ جو معاہدہ فرمایا، اس کی شقیں بھی سامنے رکھیے (اس کے جستہ جستہ فقرات درج کیے جاتے ہیں)

۱۔ یہ تحریر ہے محمد النبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں

۲۔ یہ سب لوگ ایک ہی قوم (کی طرح) سمجھے جائیں گے

۳۔ بنی عوف کے یہودی (بھی) مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم (کی طرح) ہیں، یہ اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے برخلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے، مسلمان اس کی نصرت کریں گے

۵۔ معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات، باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے

۶۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں بھی شامل رہیں گے

۷۔ یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے

۸۔ کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا

۹۔ مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی

۱۰۔ مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا

۱۱۔ اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے، جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق سمجھا جائے گا

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے۔اس کے بعد نبی ﷺ نے یہ چاہا کہ گردونواح کے قبیلوں کو بھی اس معاہدہ میں شامل کرلیا جائے۔اس سے دو فائدے ہوں گے۔

ا۔ جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کرتی رہتی ہے۔اس کا انسداد ہو جائے گا۔

۲۔ قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا،مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کرسکیں گے (رحمۃ للعلمین ج۔اجلداول)

مگر یہودی بھی وقت آنے پر غداری کرتے رہے اور حضور پرنور ﷺ کو تورات کی نشانیوں کے مطابق نبی سمجھ کر بھی عموماً برسرکینہ رہے' انتہائے تعصب یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس میں خدا کی،تورات کی اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت بھی ہے۔پے در پے بے وفائیوں کے نتیجے میں مدینہ منورہ سے نکالے گئے انہوں نے خیبر کو مرکز مخالفت بنالیا۔وہاں جا کر زیر بھی ہوگئے مگر مرض بڑھتا گیا آخر کار وہاں سے بھی نکال دیئے گئے

یہی حال عیسائیوں کا رہا ہے۔انھیں بھی انجیل کی بتائی ہوئی نشانیوں کی بنا پر نبی رحمت ﷺ کی نبوت پر پورا یقین تھا مگر پھر بھی سوا چند ایک خدا ترس معتز افراد کے کوئی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔قرآن پاک نے خصوصاً ان دونوں قوموں کے بارے میں فرمایا ہے

**الذین اتینهم الکتب یعر فو نه کما یعرفو ن ابنآ ء هم وان فریقا منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون**

ترجمہ:جنھیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس (نبی) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

پھر عیسائیوں پر حضور پرنور ﷺ کا عظیم احسان بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کے بارے میں یہود جو جو الزام حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام پر لگاتے تھے،حضور ﷺ نے ان کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔مگر ان بدنصیبوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ حضور پرنور ﷺ ہی کی امت کو معاذ اللہ تباہ و برباد کرنے کے لئے دن رات سازشوں میں مصروف ہیں۔حتیٰ کہ خود اللہ جل مجدہ کے حبیب مکرم ﷺ کے بارے میں بھی بدزبانی اور ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے۔ان کی ایک بدترین اور ناپاک ترین سازش کا حال سنئے:۔

'شیخ سمہودی علیہ الرحمہ حضور ﷺ کے حجرہ انور کی موجودہ دیوار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۷۵۵ھ میں سلطان نورالدین زنگی شہید شام میں محوخواب تھے۔ان دنوں شام دارالسطنت تھا۔سلطان کا بخت بیدار ہوا۔ایک رات میں حضور ﷺ نے تین مرتبہ اپنے جمال جہاں آرا سے سلطان نورالدین زنگی کو نوازا اور خواب میں حضور ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' مجھے ان سے بچاؤ'۔سلطان فوراً بیدار ہوا اور وزیر کو بلا کر اسی رات کے باقی حصے میں سفر شروع کر دیا۔صدقہ وخیرات کرنے کے لئے بہت سامال وزر ساتھ لیا اور بیس آدمیوں کے ساتھ سولہ دن کے بعد مدینہ منورہ پہنچ گیا۔لرزتے کانپتے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ مواجہ شریف میں حاضری دے کر مدینہ کے گورنر کو بلایا اور اسے ہدایت کی سب اہل مدینہ کو بلایا جائے کہ صدقات وخیرات تقسیم کئے جائیں۔پھر اس تقسیم کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا۔اہل مدینہ نے جواب دیا کہ صرف دو نیک عابد مغربی نہیں آسکے۔سلطان نے انھیں دو کو خواب میں دیکھا تھا چنانچہ انھیں بھی بلایا گیا تو انھیں وہاں ٹھہرا کر خود ان کی سرائے میں تشریف لے گئے۔وہاں کتابوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا' پھر چٹائی اٹھائی تو نیچے سرنگ دکھائی دی جو حجرہ مقدسہ تک پہنچ چکی تھی۔ انھوں نے سزا ملنے پر اعتراف کیا کہ ایک عیسائی بادشاہ نے جسد انور (ﷺ) نکال کر اس بے دین تک پہنچانے پر مقرر کیا ہے۔ ان کے پاس دو تھیلے تھے جن کے ذریعے سے مٹی کو جنت البقیع تک پہنچاتے تھے۔جس رات سلطان زیارت سے نوازا گیا۔اس رات یہ حجرہ شریف کی دیوار تک پہنچ چکے تھے اس رات مدینہ منورہ میں شدید زلزلہ آیا،بادل گرجا،بجلی چمکی۔اس واقعے سے سلطان نورالدین علیہ الرحمہ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔دونوں ظالموں کو قتل کروا کے جلا دیا گیا۔اب سلطان نے حجرہ انور کی حفاظت کے لئے اس کے اردگرد پانی کی تہ تک خندق کھدوادی اور لوہا پگھلا دیا۔(جذب القلوب وغیرہ تواریخ مدینہ منورہ)

آج بھی جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرے، ہم اسے مسلمان نہیں سمجھتے' مگر انھیں عیسیٰ علیہ السلام جنھوں نے اپنی بعثت کا ایک مقصد حضور پرنور ﷺ کی بشارت دینا فرمایا تھا، ان کی نام نہاد امت محسن کشی کا کیا کیا ثبوت نہیں دے رہی اور اس نے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے معاذ اللہ جو ناپاک کوششیں صدیوں پہلے شروع کی تھیں آج بھی ان کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ پاکستان جس میں مذہبی تعصب کی بنا پر کبھی کسی کا خون نہیں بہایا گیا جیسا کہ ہندوستان میں اور بعض دوسرے عیسائی و یہودی ممالک میں، پھر بھی 'بش اینڈ کمپنی' یہاں پورے امن وامان کے باوجود عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کو 'گستاخی رسول' پر ابھارتی رہتی ہے، چونکہ یہاں کی بعض حکومتیں سخت بے غیرت واقع ہوئی ہیں، اس لئے وہ ایسے گستاخانِ روسیاہ کو اس گستاخی کی صلے میں پروٹوکول کے ساتھ امریکہ بھیجتی رہی ہیں۔

**بیت المقدس پر عیسائی قبضہ:** ہاں ہاں یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ عیسائیوں کو اہل کتاب ہونے کی بنا پر مسلمانوں نے ہمیشہ ان سے دوسرے مشرکوں اور کافروں کے مقابلے میں بہتر سلوک کیا ہے لیکن پھر بھی ان کے تعصب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ مثلاً بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا، خود فرانسیسی مورخ میشو لکھتا ہے (یاد رہے یہ قبضہ بیالیس دن کے محاصرے کے بعد شعبان ۴۹۲ھ بمطابق جولائی ۱۰۹۹ء میں ہوا تھا)

بیت المقدس کی فتح میں صلیبیوں نے ایسے اندھے تعصب کا ثبوت دیا ہے جس کی مثال گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

عربوں کو زبردستی اونچے برجوں اور بلند مکانوں کی چھت سے گرادیتے تھے۔ آگ میں زندہ جلادیتے تھے۔ گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹتے تھے، مقتول مسلمانوں کی لاشوں پر لے جاکر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے، کئی ہفتوں تک قتل عام کرتے رہے۔ مشرق و مغرب کے بیان کے مطابق انھوں نے ستر ہزار مسلمانوں سے زیادہ تہ تیغ کئے (بہت تعداد صرف مسجد اقصیٰ کے مقتول مسلمانوں کی ہے) بہت سے یہودیوں نے مذبح میں پناہ لی۔ صلیبیوں نے آگ لگا کر مع مذبح کے ان کو جلایا

(تاریخ اسلام از جناب معین الدین ندوی مرحوم)

ایک عینی شاہد رابرٹ بتاتا ہے 'ہمارے لوگ صلیبی راستوں پر مکانوں کی چھت پر دوڑ رہے تھے اور مثل اس شیرنی کے جس کے بچے چھین لئے گئے ہوں'

قتل عام کے مزے لے رہے تھے۔ یہ بچوں کے ٹکڑے کر رہے تھے اور جوان و پیر فرتوت دونوں کو برابر قتل کر رہے تھے ..........ان میں ایک فرد بشر ایسا نہ تھا جو مذاہب عیسوی قبول کرتا.................الخ

دوسرے عینی شاہد ایمانڈ واڈیل پوٹی کے قسیس کا بیان ہے 'ہیکل سلیمانی میں اس قدر خون بہا تھا کہ اس کے صحن میں لاشیں تیرتی پھرتی تھیں...........صلیبیوں نے اس قتل عام کو ناکافی سمجھ کر ایک مجلس منعقد کی جس میں یہ امر قرار پایا کہ کل باشندگان بیت المقدس مسلمان یہودی اور غیر مقلد عیسائی سب تہ تیغ کردیئے جائیں۔ ان کی تعداد تقریباً ساٹھ ستر ہزار تھی۔ یہ قتل عام کا بازار باوجود حامیان دین عیسوی کی مستوری کے آٹھ روز تک گرم رہا۔ عورتیں، بچے، بوڑھے سب مارے گئے۔ کوئی متنفس جانبر نہ ہوا۔

**بیت المقدس پر صلاح الدین ایوبی کا قبضہ:** یہ قبضہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ بمطابق ستمبر ۱۱۸۷ء کو ہوا تھا۔ صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمتہ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کے بارے میں عیسائی مورخ لین پول کی گواہی ملاحظہ ہو

صلاح الدین نے پہلے کبھی اپنے کو ایسا عالی ظرف اور باہمت فائٹ ثابت نہیں کیا تھا جیسا کہ اس موقع پر کیا جبکہ یروشلم مسلمانوں کے حوالہ کیا جارہا تھا اس کی سپاہ اور معزز ذمہ دار افسروں نے جو اس کے ماتحت تھے، شہر کی گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا تھا۔ یہ سپاہی ہر قسم کے ظلم و زیادتی کو روکتے تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ہرگز کوئی وقوعہ جن میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا پیش نہیں آیا۔ شہر سے باہر جانے کے لئے تمام راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امر باب داؤد پر متعین تھا تا کہ ہر شہر والے کو جو زرفدیہ ادا کر چکا ہو۔ شہر سے باہر جانے دے پھر غریب اور نادار عیسائیوں کا زرفدیہ بھی اکثر مسلمان امرا نے خود ادا کردیا پھر ایسے بھی اعلان کردیا گیا کہ بوڑھے عیسائی جو فدیہ ادا نہیں کرسکتے، انھیں معاف کردیا گیا۔

☆......☆......☆

# اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

قسط: 33

پروفیسر محمد حسین آسی

**باغیان دربار رسالت کا طرز عمل:** گذشتہ چار قسطوں میں آپ نے عزیز القدر عبدالودود صاحب کا محبت نامہ اوراس کا جواب ملاحظہ فرمایا۔ اس سے آپ نے کچھ نہ کچھ اندازہ کرلیا ہوگا کہ باغیان دربار رسالت کی نفسیات کیا ہے اور وہ کس کس طریقے سے اللہ جل مجدہ کے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت ورفعت کے خلاف ناپاک سازشوں میں مصروف ہیں اور حضور پرنور ﷺ کی امت کا رشتہ محبت اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ذات ستودہ صفات سے کاٹنا چاہتے ہیں، وہ کس کس طریقے سے تعظیم حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے آگے بند باندھنے کی ناپاک کوششیں کرتے ہیں اور پھر کن کن ہتھکنڈوں سے کتاب وسنت کی واضح ترین ہدایات وتعلیمات کے خلاف پاکان امت کی عقیدت ومحبت کے چراغ بجھانا چاہتے ہیں۔ وہ قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو حصول ثواب کے لئے نہیں بلکہ اس سے ایسے شیطانی مطالب وفوائد اخذ کرنے کے لئے، جن کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض دفعہ حسب ضرورت ان میں ترمیم کرنے کے لئے۔ تابعین، تبع تابعین، فقہا و مجتہدین بلکہ مفسرین ومحدثین تک کی عبارات کو بدلنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ احادیث مقدسہ میں بلکہ عام تحریروں میں ایک حرف کے آگے پیچھے یا اسے محو کرنے سے بعض دفعہ معانی میں فرق ہی نہیں پڑتا بلکہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشا کے برعکس ہو جاتے ہیں، مگر انھیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ نہیں، بلکہ ضرور غرض ہے اور یہی غرض ہے کہ جان بوجھ کر معانی تبدیل کرکے اپنا مطلب نکالا جاسکے۔ اور جیسا کہ عبدالودود صاحب کے خط سے ظاہر ہے اپنی طرف سے حدیث گھڑنا بھی ان کے نزدیک جرم نہیں ہے۔ پھر یہ بات صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ تحریر میں بھی بعض دفعہ بخاری شریف تک کا حوالہ دے دیں گے اور ان کے دیئے ہوئے حوالے کا بخاری شریف میں نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ کتنی دلیری ہے، ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں

**صادق یا کاذب:** ا۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم ومصنف حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے 'صلوۃ الرسول' ص ۱۸۸ پر 'رکوع کی دعائیں' کے زیر عنوان چوتھی دعا یہ درج کی ہے

**سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریآء والعظمۃ** (بخاری ومسلم)

اور حوالہ بخاری ومسلم کا دیا ہے حالانکہ دونوں کتابیں اس کے ذکر سے خالی ہیں

۲۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر 'تکبیر کے طاق کلمات' کا عنوان دے کر اذان کے کلمات ذکر کئے ہیں اور حوالہ بخاری ومسلم کا دیا ہے جو بالکل بے بنیاد ہے

۳۔ اسی میں اس سے پہلے ص ۱۳۱ پر 'اذان کے جفت کلمات' دے کر بخاری ومسلم کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی ان دونوں مقدس کتابوں میں نہیں۔

۴۔ اسی صلوۃ الرسول کے ص ۱۳۴ پر 'اذان کا طریقہ اور مسائل' کے زیر عنوان لکھا ہے **حی علی الصلوہ** کہتے وقت دائیں طرف مڑیں اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف مڑیں ولا یستدار اور گھومیں نہیں یعنی دائیں اور بائیں طرف گردن موڑیں، گھوم نہیں جانا چاہئے (بخاری ومسلم)

مگرافسوس یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ دونوں حوالے ناپید ہیں۔

انصاف فرمایئے، یہ صرف ایک کتاب 'صلوۃ الرسول' مصنفہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی پر محض سرسری نظر سے ان کی ہاتھ کی صفائی کے اتنے ثبوت ملے ہیں اور اگر بنظر غور سے دیکھا جائے تو شاید اور کتنے 'کرشمے' نظر آئیں۔ پھر یہ کوئی عام دیہاتی کم علم غیر مستند وہابی نہیں بلکہ چوٹی کا عالم ومحقق و مصنف ہے۔ پھر اس کا نام 'صادق' ہے گویا جس جماعت میں علما و محققین کا یہ حال ہو، عام خطیب وواعظ کا کیا عالم ہوگا اور جس مذہب کا 'صادق' ایسا ہو، اس کے دوسرے افراد کیا کچھ نہیں ہوں گے۔ پھر ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ جس ایڈیشن سے میں نے اوپر کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کا تعارف کتاب کے آغاز میں یوں کرایا گیا ہے۔

'کتاب ہذا کا یہ ایڈیشن بڑی چھان بین، تحقیق اور حک واضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ جو صحت استدلال اور دیگر خوبیوں کے لحاظ سے ہر طرح تکمیل بردوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین (محمد صادق)

خیال فرماتے جایئے، 'کتاب کی صداقت کے بارے میں نام کے صادق نے کیا کیا یقین دلایا ہے۔ اور اسے گویا 'لا ریب فیہ' کے مقام پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے' اس کے باوجود اندر کیا ہے۔ کچھ نہ کچھ اندازہ آپ نے کر لیا ہوگا' پھر مزید دلیری دیکھیں، اس کا انتساب کسی دوست' کسی استاد، کسی محدث کے نام نہیں، خاص اللہ تعالیٰ کے نام کیا ہے، ذرا اس کی عبارت پر غور کریں

## انتساب

تحیات' صلوات' طیبات کے تنہا سزاوار سار، سبوح وقدوس معبوڈ لازوال مسجود! میں اس کتاب

## صلوۃ الرسول

کو تیری عظمت وملکوت کی نذر کرتا ہوں۔ اپنے فضل سے اسے شرف قبول بخش اور مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ورفرما! آمین (عبدہ محمد صادق)

اے محبوب خدا امام الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بھولے بھالے غلامو! کیا تمہیں یہ جرات ہوسکتی ہے کہ کتاب میں غلط' جھوٹے اور بے بنیاد حوالے دیئے جائیں اور پھر اسے جل جلالہ کی نذر کیا جائے۔ کیا اللہ، اس قسم کی نذر قبول فرمالیا کرتا ہے۔ وہ تو جھوٹوں پر لعنت بھیجتا ہے

پھر قوم کی بدقسمتی دیکھئے روزنامہ 'ڈان' کراچی، روزنامہ 'انقلاب' لاہور ہفت روزہ 'آفاق' لاہور ماہنامہ 'صحیفہ' کراچی، روزنامہ 'احسان' لاہور' روزنامہ 'زمیندار' لاہور' روزنامہ نوائے پاکستان' لاہور، ماہنامہ 'الحمرا' لاہور' ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور' ہفت روزہ 'نوائے ملت' مردان، پندرہ روزہ 'نور' لکھنو، ماہنامہ 'فاران' کراچی' روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور، ماہنامہ ترجمان دہلی کے تبصرہ نگاروں نے جس جس طرح سے زمین وآسمان کے قلابے ملائے ہیں، کیا کہا جائے۔ مگر پھر بھی ان پر زیادہ افسوس نہیں۔ دکھ تو اس وقت ہوتا ہے جب بڑے بڑے وہابی علماء بھی دل کھول کر 'صادق' کی ہمنوائی کرتے ہیں اور اسے 'پاس' کر کے خود 'فیل' ہوجاتے ہیں۔ ان 'بزرگ' وہابیوں کی رائے عالی کے ایک ایک دو دو جملے ملاحظہ فرماتے جایئے۔

مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی فرماتے ہیں' اردو زبان میں نماز کے جملہ مسائل جس تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، میری نظر میں ایسی کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں گزری، سب سے بڑی خوبی اس کتاب کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسائل کا ذکر کرتے ہوئے اس کا استشہاد احادیث سے کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب محدث ارشاد فرماتے ہیں' اس قسم کی کتاب جس میں نماز کے مسائل سنن صحیحہ کے مطابق ہوں' دیر سے اس کی ضرورت محسوس ہورہی تھی۔ شکر ہے آپ نے اسے پورا فرمایا (خیال رکھنا کہیں ضرورت پوری فرمانا' شرک تو نہیں)۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ثانی امرتسری ارشاد فرماتے ہیں' کتاب اپنی طرز کی عمدہ تصنیف ہے اور حقیقت میں جملہ مسلمانوں کی عموماً اور اہل حدیث کی بالخصوص بڑی ضرورت کو پورا کردیا ہے (گویا حاجت روا مان کر پھر شرک)

حضرت مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی ارشاد فرماتے ہیں۔ پیشتر کئی نمازیں نظر سے گزریں، اس قدر جامع، مکمل اور مدلل دیکھنے میں نہیں آئی۔

'مناظر اسلام' حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی ارشاد فرماتے ہیں۔ کتاب کو نہایت مستند اور مدلل پایا

حضرت مولانا محمد صاحب گوندلوی ارشاد فرماتے ہیں' 'آپ نے عاشقان رسول کے لئے نماز اسوہ رسول کے مطابق پیش فرمائی ہے اور ہر جزئی کے متعلق صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

دیکھا آپ نے 'ایں خانہ ہمہ آفتاب است'۔ اب ان غلط حوالوں کی ذمہ داری ایک 'صادق' پر نہیں بلکہ تمام نام نہاد اہل حدیث کے ان سب صادقین پر پڑتی ہے۔

**علماء کون؟** خیال فرمایئے جب 'اہل حدیث' کہلانے والوں کے محققین کا یہ طرز عمل ہے اور وہ خوف خدا سے ایسے 'پاک' [1] ہیں تو عام غیر مقلد کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ قرآن پاک کی رو سے 'علما' کی خصوصی پہچان 'خوف خدا' ہی ہے (جیسا کہ گذشتہ قسط میں گزرا) سو جن میں خوف خدا نہیں ہوتا وہ عالم نہیں ہوتے۔ حضور پرنور ﷺ کا یہ ارشاد ہدایت بنیاد سامنے رکھئے اور ایسے جھوٹوں کے بارے میں خود فیصلہ فرمایئے۔

حضرت صفوان بن سلیم بیان کرتے ہیں

**قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ایکو ن المو من جبانا قال نعم فقیل له ایکون المومن بخیلا قال نعم فقیل له ایکو ن المومن کذابا قال لا** (رواہ، مالک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟

فرمایا 'ہاں' عرض کی گئی' کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا 'ہاں' عرض کی گئی' کیا مومن کذاب ہوسکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔

مرد مومن کا دنیوی معاملات میں جھوٹ بولنا بھی گناہ ہے اور اس کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔ (پھر جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت معانی اللہ کی کتاب کے حوالے سے پیش کرتا ہے یا اپنی بات کو خود حضور پرنور ﷺ کے ارشاد عالی کے طور پر تحریر کرتا ہے یا زبانی بیان کرتا ہے، اس کے کذاب (یعنی بہت بڑا جھوٹا) ہونے کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔

جہاں کتاب وسنت میں علما کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، وہیں ان کی پہچان کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے مثلاً یہ حدیث پاک بہت مشہور ہے

**ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الا نبیاء لم یورثوا دینا را ولا در هما و انما ورثوا العلم** (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

ترجمہ: بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ درحقیقت انبیاء نے سونا چاندی ترکے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کا ترکہ علم ہے

اب فرمایئے کیا جھوٹ بولنے والا عالم بھی انبیاء علیہم السلام کا وارث ہوسکتا ہے۔ اور پھر وہ جو کذاب ہو اس کا وارث انبیاء علیہم السلام ہونا کیونکر ممکن ہے۔ اسے تو شیطان کا وارث سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے انداز کا بہت بڑا 'عالم' بھی ہے اور دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا بھی۔

جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کا تعلق ہے۔ ان کا تو سب سے بڑا وصف ہی صداقت ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے حضور خاتم الانبیا علیہم الصلوۃ والسلام کم بعثت سے پہلے بھی سب اپنے پرائے 'الصادق' اور 'الامین' کہا کرتے تھے اور 'الصادق' سے ان کی مراد یہ تھی کہ حضور پرنور ﷺ کی زبان مبارک پر جھوٹ آ ہی نہیں سکتا۔

اور جو عالم یا مولوی کے لبادے میں آئے اور جھوٹ بولے اس کی سزا کیا ہوگی سنئے ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام

---

[1] یہاں 'پاک' کا مفہوم سمجھنے کیلئے اس شعر کو سامنے رکھئے

ے رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس 'پاک' ہو گئے

**اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النا ر** (ترمذی)

ترجمہ: میری حدیث کو بیان کرنے میں احتیاط کرو اور وہی بیان کرو جس کا تمہیں (یقینی) علم ہو کیونکہ جان بوجھ کر کسی حدیث کو مجھ سے غلط منسوب کرنے والا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے

ایک اور حدیث پاک

**من سئل عن علم علمه ثم کتمه الجم یو م القیمة بلجام من نار** (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے، پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

فرمایئے پوچھنے پر دیدہ دانستہ علم کی بات چھپانا زیادہ جرم ہے یا اپنے شوق سے کتاب لکھ کر غلط حوالے پیش کرنا زیادہ جرم ہے۔

اور سنئے (پھر اس کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ دور حاضر کے کون لوگ ہیں جو اس 'وعید' کی زد میں آتے ہیں)

**من طلب العلم لیجا ری به العلما ء او لیما ری به السفهآء او یصر ف به وجوه الناس الیه ادخله النار** (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے یا اس کا یہ مقصد ہو کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا

اب علمائے حق کے فرائض منصبی ملاحظہ فرمایئے

**یحمل هذا العلم من کل خلف عد وله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تا ویل الجا هلین** (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے جو غلو کرنے والوں کی تبدیلیوں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیوں اور جاہلوں کے ہیر پھیر کو اس سے دور کرتے رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ علما کی دو قسمیں ہیں' ۱۔علمائے حق' ۲۔علماء سو (برے علماء)

جہاں علماء سو (برے علما) حرص و ہوس کا شکار ہوکر' طلب دنیا و طلب شہرت میں غرق ہو کر محض اپنی علمی برتری ثابت کرنے کے شوق میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو بدلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہیں دوسری قسم کے علما یعنی فرض شناس علماء حق ان کے جھوٹ کا پول کھولتے ہیں اور ان کی ناپاک سازشوں کو ناکام کر دیتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کا نگاہ نبوت میں مقام کیا ہے۔

حدیث پاک سنئے

**الا ان شر الشر شرا ر العلماء و ان خیر الخیر خیار العلما** (مشکوٰۃ، دارمی)

ترجمہ: خبردار بروں میں سب سے برے، برے علماء ہیں اور اچھوں میں سب سے اچھے، اچھے علما ہیں۔

سوچئے موجودہ دور میں جب 'علما' کی ایک اچھی خاصی جماعت حضور پرنور ﷺ کی تعلیمات بدلنے پر تلی ہوئی ہو تو علماء حق کا فرض کیا بنتا ہے، خاموش رہنا یا ان چوروں کی نشاندہی کرنا ایسے موقعے پر علماء حق بھی خاموش رہیں تو کیا وہ 'علمائے حق' کہلانے کے مستحق ہیں اور پھر یہ بھی سوچئے دین کی حفاظت کون کرے گا۔ ان علمائے حق کا کلمہ حق بلند کرنا فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے نہیں بلکہ فتنہ وفساد مٹانے کے لئے ہو، زمانہ انھیں مفسد و فتنہ پرداز کہے یا کچھ اور' اہل حق کو قطعاً پروا نہیں کرنا چاہئے۔

'ظاہر بین' لوگ اگر جان بوجھ کر حقیقت حال نہ سمجھنا چاہیں اور اہل حق کو فرقہ واریت کا مجرم ٹھہرائیں تو بھی انھیں پروا نہیں کرنا چاہئے بلکہ عالم حق ہونے کی حیثیت سے جو فرض بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے ان کے ذمہ لگا ہے، اسے پورا کرنا چاہئے۔ قرآن پاک نے

اللہ کے خالص و مخلص بندوں کی تعریف یوں بھی فرمائی ہے

**یـا یهـا الـذین امنوا من یر تد منکم عن دینه فسو ف یا تی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المو منین اعـزـة عـلـی الـکفرین یجا هدون فی سبیل الله ولا یخا فون لو مة لائم ذلک فضل الله یو تیه من یشاء والله واسع علیمo** (المائدہ۔۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والوتم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

الحمدللہ، 'الحقیقہ' کا اجرا اسی مقصد کے لئے ہوا ہے اور خدائے کریم ورسول کریم (علیہ الصلوۃ والتسلیم) کا بار بار شکر ہے کہ ہمیں کچھ نہ کچھ یہ توفیق ملی

**یا رب تو کریمی و رسول تو کریم ﷺ صدشکر که هستیم میان دو کریم**

**سامری کے بچھڑے:** ہمارے دور میں خصوصاً یہ مرض عام ہے کہ نام نہاد علماء و محققین پہلے مختلف طور طریقوں سے بھر پور کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ان کی محبت میں اس حد تک رنگے جائیں کہ انھیں عملاً معصوم اور ان کی بات کو معاذ اللہ وحی الٰہی کی طرح سمجھیں اور جب 'سامری کے یہ بچھڑے' ماننے والوں کے دل ودماغ میں اتر جائیں تو پھر جو چاہیں ان سے منوائیں۔ چنانچہ آخر کار اس قسم کے لوگ چھپ چھپا کر ہی نہیں، کھلم کھلا جھوٹ بولیں تو بھی ماننے والوں کے ماتھے پر بل نہیں آتا اور ان کی عقیدت میں ذرہ بھر فرق نہیں پڑتا بلاشبہ محبت کی یہی تعریف ہے۔ معلم اعظم ﷺ فرماتے ہیں

**حبک الشیی ء یعمی و یصم** (ابوداؤد)

ترجمہ: تمھارا کسی چیز سے محبت کرنا تمہیں اندھا بہرہ کر دیتا ہے (یعنی نہ تم اس کے عیب دیکھ سکو گے نہ سن سکو گے)

مثلاً مودودی صاحب اپنی جماعت اسلامی کے ہر فرد کے دل پر اس طرح غالب ہیں کہ وہ مودودی کے کہنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ معاذ اللہ نفس شریر کا بندہ (معاذ اللہ) خائن اور معاذ اللہ فتنہ گر سمجھ سکتا ہے۔ مگر خود مودودی کو خائن، نفس شریر کا بندہ اور فتنہ گر سمجھنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔

بلکہ مودودی نے انبیاء معصومین علیہم السلام کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے، مودودی پرست اسے 'حق' سمجھتا ہے...... کتنے تعجب کی بات ہے کہ معصوم کو غیر معصوم اور غیر معصوم کو معصوم سمجھا جائے مگر دور حاضر کی منافقت اس حد تک منہ زور ہے، اسے اس سے کوئی عار نہیں۔ یہی حال دیو بندی علما بلکہ دور حاضر کے 'عظیم' سکالر طاہر القادری کے ماننے والوں کا ہے۔ ایک جاہل پیر کے جاہل مرید اس قسم کے داؤ فریب میں آجائیں تو کیا تعجب، افسوس تو اس بات پر ہے پڑھے لکھے پڑھ لکھ کر پڑھے لکھوں کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ سچ فرمایا تھا ہادی برحق ﷺ نے

**ان اخو ف ما اخاف علی امتی کل منا فق علیم اللسان** (طبرانی کبیر، مسند احمد)

ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے جو دل کا منافق اور زبان کا مولوی ہو۔

موجودہ حالات کو سامنے رکھئے اور کائنات کے سب سے بڑے صادق ومصدوق ﷺ کے صدق کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ آپ کو ماننا ہوگا واقعی ان پڑھ 'منافقوں' نے ملت کو وہ نقصان نہیں پہنچایا جو پڑھے لکھے 'علم وفضل سے آراستہ منافقوں نے پہنچایا ہے۔ انھوں نے صوفیۂ کاملین سے، مجددین ومجتہدین سے، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے بلکہ عملاً عظمت نبوت سے بھی ملت کو برگشتہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہا اور بہت سے بدقسمتوں نے بڑے ذوق وشوق سے ان کے طوق غلامی کو اپنے گلے میں ڈال لیا۔

**پھر وہی کتاب 'صادق':** یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو خاصہ طویل ہوگیا۔ پھر 'حضرت مولانا حکیم محمد صادق' کی صلوٰۃ الرسول کی طرف آیئے۔ نہایت سرسری نظر سے، جیسا کہ اوپر گزرا، یہ چند حوالے مثال کے طور پر منظر عام پر لائے گئے ہیں۔ ایسی کتاب جس کی سب سے بڑی خصوصیت بقول داؤد غزنوی یہ ہے کہ احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے اسی میں احادیث ہی کے غلط حوالے ہوں تو کتنے تعجب اور دلیری کی بات ہے۔ جھوٹا وہ

نہیں ہوتا جو ہر موقع پر اور ہر بات میں جھوٹ ہی بولے بلکہ کبھی سچ اور کبھی جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹا ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے جھوٹا ہمیشہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتا، کبھی اسے بھی سچ بولنا پڑتا ہے، ہاں سچا وہ ہے جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ یوں سمجھئے سچ کو یہ شرف حاصل ہے کہ کبھی کبھی ہی سہی بڑے سے بڑے جھوٹے کی زبان پر بھی آجاتا ہے، البتہ جھوٹ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ کبھی سچے کی زبان پر بھی سکے۔

اب اس روشنی میں فیصلہ کیجئے، ایک 'مولوی' نہیں۔ کتنے ہی 'مولوی صاحبان' ایک جھوٹے ہی کی ہاں میں ہاں ملائیں اور جان بوجھ کر اس کے جھوٹ پر پردہ ڈالیں بلکہ تصدیق وتحسین کریں، کیا یہ سب جھوٹ نہ ہوئے اور جس مذہب کے علمبردار اس 'تھوک' سے جھوٹ بولیں، اس مذہب کی کیا حیثیت ہوگی۔ پھر وہ کتاب جس میں حدیث پاک کے غلط حوالے ہوں اس کا نام 'صلوٰۃ الرسول' رکھنا کیا بارگاہ رسالت کی شدید ترین بے ادبی نہیں۔

یاد رکھیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں میں جو علمی اختلاف تھے، وہ غلط اور جھوٹے حوالوں کی بنا پر نہیں تھے بلکہ سب نے 'سچ' کا التزام کیا، ہاں نہایت ہی فروعی مسائل میں کہیں کہیں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق کچھ نہ کچھ اختلاف ہوگیا۔ اور یہی وہ اختلاف ہے جسے امت کے حق میں رحمت فرمایا گیا ہے کہ امت کے لئے گویا گنجائش پیدا کردی گئی۔ (کہ جس 'سچے' کی چاہیں تقلید کرلیں) دور حاضر کے اختلافات کرنے والوں نے اختلاف کرتے ہوئے دیانتداری کے تقاضوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھا اور جھوٹ پر مبنی تحقیقات کی اور قوم کو ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کی 'تقلید' سے محروم کرکے 'اپنی تقلید' پر آمادہ کرنے کی سعی ناپاک کی۔ ظاہر ہے 'سچوں' کو چھوڑ کر 'جھوٹوں' کے راستے پر چلنا ہوگا۔ حقیقت یہی ہے کہ فقہاء ومجتہدین کی پیروی فرقہ بندی کی علامت نہیں بلکہ ان سے منہ پھیر کر اپنے اپنے راستے تراشنا فرقہ بندی ہے، اور انگریز یہی چاہتے تھے۔ شاید یہ روایت پہلے بھی آچکی ہے بہرحال پھر دیکھ لیں۔

> یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو انہیں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ انہیں ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ جب تک قوم مسلم کا ایمان واسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے، اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قدم نہیں جم سکتے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانان ہند کو ان کے ایمان وعقائد سے دور کرنے اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کردینے کو انتہائی ضرور سمجھا۔ پھر اس اسلام دشمن سکیم کے تحت انگریزوں نے بعض ''کرائے کے مولویوں'' کو اس کام پر مامور کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو قرآنی آیتیں اور حدیثیں سنا کر ان کے پختہ دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔ یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا ثبوت حسب ذیل عبارت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔
>
> محترم مسلمانو! مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کا تعلق ہندوستان کے شہر ناسک مہاراشٹر سے ہے۔ انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس میں مولانا موصوف نے زرخرید مولویوں کے مکروفریب کو بے نقاب کیا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش کا انکشاف فرمایا ہے وہ اپنی اس کتاب میں ایک مولوی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
>
> ''ایک معتبر عالم دین ساکن اکبرآبادی فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کرکے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث وتفسیر کا فائدہ علماء دین سے حاصل کیا۔ تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی، فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی مولوی ان کے نوکر ہیں۔ مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار کرکے ایک مہینے پیشگی دیا اور کہا ''جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے رہو اور ہندی ترجمہ حدیث وتفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق ہے اور میں اس کا تابعدار ہوں۔ مگر ہرگز علم صرف ونحو اور فقہ عقائد وکلام وغیرہ مت پڑھانا اور یہ پچاس روپیہ تم کو ہمیشہ ماہوار ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار ہو جائے گا اور چند قاعدے کل فلانے مولوی کے ساتھ ہم تم کو بھیج دیں گے'' تب

دوسرے دن فلانے مولوی میرے گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے تم بھی ہمارے انگریزی پادری کے نوکر ہو گئے؟ الحمدللہ بہت اچھا ہوا۔ قریباً چالیس اچھے نامور مولوی اطراف ہندوستان اور عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی (چھپے ہوئے) نوکر ہیں اور کئی عربستان میں جا پہنچے ہیں اور دس پندرہ روپیہ ماہوار سے پچاس روپیہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے۔ جہاں رہیں ماہ بہ ماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور اپنے شاگردوں کو سکھانا تا کہ چاروں مذہبوں، مذہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سے منہ موڑیں اور مسلمانوں کا اجماع واتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے۔ اور انبیاء واولیاء سے بداعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز وفاتحہ چھوڑ دیویں" میں نے کہا استغفراللہ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا"

انگریز کے نوکر مولوی نے کہا" بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں۔ میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپے دے کر انہوں نے ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے ہیں۔ اب دل سے مسلمان محمدی (وہابی اہلحدیث) ہیں اور بدعتی لوگوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے تم بے فکر ہو کر یہ پچاس روپیہ ماہوار قبول کر لو اور تم اپنے وطن میں، خواہ اور کسی شہر میں جا رہو۔ ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور تمہارے مرید وشاگرد بنے اس کی رپورٹ ہر برس لکھ کر بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی گرامی مولوی پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان اور عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے ناموں کی فہرست ہے۔"

میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی مولوی خود کو سید احمد صاحب کا چھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنا مرید شاگرد بناتے ہیں۔ بیشتر رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت دی اور کہا" اگر پادری صاحب ہزار روپیہ بھی ماہوار دیں گے تو یہ کفر اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی"۔ اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ" بے محنت پچاس روپیہ ماہوار ملتے ہیں، قبول کر لوں مگر اللہ نے مجھے بچایا"۔ (منزل کی تلاش)

**خوف اور ادب:** شاید کسی کو یہ وہم ہو کہ دور حاضر کے ان علماء ومحققین کی یہ ہیرا پھیری صرف فقہی مسائل تک محدود ہو، عقائد میں ایسی جرات کیونکر کرتے ہوں گے۔ بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹا جھوٹ بولنے پر آتا ہے تو موقع بے موقع بولتا ہی رہتا ہے۔ ایک اللہ کا خوف ہے جو کسی کو ارتکاب جرم سے روکتا ہے، جب وہی نہ رہے تو جھوٹ سے بچنے کی کوئی صورت رہتی ہی نہیں ہے۔ اور یاد رہے اللہ کا خوف حضور پرنور ﷺ کے ادب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا خوف ہو اور حضور پرنور ﷺ کا ادب نہ ہو، یونہی حضور ﷺ کا ادب ہو اور اللہ کا خوف نہ ہو۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، حق یہ ہے اللہ کا خوف آزمانے کا طریقہ ہی قرآن پاک کی رو سے ادب رسول ﷺ کے حوالے سے ہے۔ دیکھئے سورۃ الحجرات

**ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرہ و اجر عظیم o** (الحجرات۔۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے،

سو وہ لوگ جنھوں نے نماز روزے کے مسائل میں سچے جھوٹے حوالے دے کر قوم کو بہکانے اور یوں پاکان امت سے امت کا اعتماد اٹھانے کی کوشش کی ہے، ان کا اصل ہدف آئمہ ومجتہدین بھی نہیں بلکہ عظمت رسالت ﷺ ہے۔ اس سلسلے میں ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تو قرآن پاک ہے مگر اس میں وہ لفظی تبدیلی کرنے سے قاصر وعاجز ہیں سو اس کے معانی وتفاسیر میں من مانی تحریف کر کے اپنی مراد حاصل

کرنا چاہتے ہیں پھراس سلسلے میں چودہ صدی تک کے عظیم صوفیہ اور علماء فقہا بھی سدّ راہ ہیں۔ علماء سو کا منشا یہ ہے کہ ان تمام امت کو پاکان امت سے برگشتہ کر کے ایک نیا 'اسلام' تصنیف کریں۔ جس میں نبی ﷺ کی تعظیم بھائی یا زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی اور گاؤں کے چودھری جتنی ہو۔ اوپر 'صلوۃ الرسول' کے غلط حوالوں کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا تھا۔ کہ یہ 'صادق' کی صرف ایک تصنیف اور وہ بھی سرسری نظر سے دیکھ کر 'سب نہیں صرف مسلم و بخاری کے حوالوں تک بحث کی ہے، اگر سب حوالوں کو مدنظر رکھا جائے تو شاید اور کتنے گل کھلیں۔ پھر باقی اس کی تصانیف اور پھر تصدیق کرنے والے علماء کی کتابیں دیکھی جائیں تو غلط حوالوں سے ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

ہاں ہاں تحقیق کر لیجئے، جھوٹ بولنے میں ان کے ہاں ایک سے ایک بڑھ کر نظر آئے گا۔ حتیٰ کہ جناب ثناء اللہ امرتسری جیسے ثقہ نظر آنے والے حضرات بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ خدا کے لئے سوچئے، جن کے ہاں 'جھوٹ' ہی سب سے بڑا سہارا ہو، ان کے عقائد میں کتنا سچ ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے دل کھول کر اس 'فن' کا استعمال کیا خصوصاً حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کا انکار کرنے اور کرانے میں اپنی فنی مہارت کی خوب داد دی۔

**دشمنوں اور اپنوں کا رویہ:** اسلام دشمنوں کو سب سے بڑا خطرہ اس امت کی بیداری سے ہے اور اس بیداری کا دارومدار جذبہ عشق رسول ﷺ کے استحکام پر ہے۔ ہاں ہاں شیطان اور اس کے ساتھیوں کو اس جذبے کا پروان چڑھنا نہایت ناگوار ہے۔ خدانخواستہ اگر شیطانوں کی مراد پوری ہو جائے اور ملت اسلامیہ اس دولت عشق سے محروم ہو جائے تو یقین جانئے یہ مردہ ہے اور اس کا وجود ذلت و قمت کے پیکر میں ڈھل کر خود 'باطل' ہو جائے گا اور کسی باطل کے لئے قطعاً خطرہ نہیں رہے گا۔ اس وقت ہمارے ملک میں حکومت غیرت ایمان و عشق کے پیچھے ہی پڑی ہوئی ہے، مسلمانوں کے سینوں سے اس نور کو نکال کر اسے کفر و شرک اور وہم و گماں کی تاریکیوں میں دھکیلنا چاہتی ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے۔ قوم غفلت کے خواب گراں کا شکار ہوتی جاتی ہے۔ فحاشی و عریانی کو عام کر کے نوجوان نسل کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔ اکثر اساتذہ و مشائخ بے بس ہیں اور والدین ہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹے بیٹیوں کو عریاں فلمیں دکھا دکھا کر اور گندے گانے سنا سنا کر انھیں 'مشرف' کے روشن و معتدل اسلام کا کلمہ باطل پڑھا رہے ہیں۔ قوم سونے والی ہی نہیں، سو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ اسمٰعیلی، بہائی، قادیانی، عیسائی، یہودی دہریہ سب مذاہب کو کھلی چھٹی ہے اور پابندی ہے تو اسلام پر۔ اس سے بڑی دلآزار بات کیا ہوگی کہ مسجد شہید گنج جس کے لئے دور افرنگ میں مسلمانوں نے تحریک چلائی اور طرح طرح کی قربانیاں دیں، پنجاب کا سکھ وزیر اعلیٰ سردار پرویز سنگھ نے یہاں گوردوارہ تعمیر کرا دیا ہے۔ آج کی اہم خبر یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے نام نہاد اسرائیل کی پیشکش قبول کر لی ہے۔ بے دین مشرف کے بے دین وزراء پہلے خود ایمان و عشق کی غیرت سے خالی ہوئے، قوم نے بھی انھیں کی راہ اختیار کر لی۔ اس میں کیا شک ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم (یعنی لوگ بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) تقریباً ساری قوم کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ کاش پھر کوئی صلاح الدین ایوبی، کوئی نور الدین زنگی، کوئی محمود غزنوی یا کوئی اورنگزیب (علیہم الرحمہ) کوئی قائد اعظم یا اقبال آئے اور قوم کی مردہ رگوں میں عشق رسول ﷺ کی زندگی دوڑا دے، یعنی

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

ہاں عشق رسول ﷺ زندگی کا اصل خمیر ہے۔ یوں سمجھئے ایک زندگی یہی ہے جس کا تعلق نفس کی آمد و شد کے ساتھ ہے اور ایک زندگی وہ ہے جو عشق رسول ﷺ سے پیدا ہوتی ہے اور پتھروں اور خشک لکڑیوں کو بھی زندگی کا مظہر بنا دیتی ہے۔ حضرت اقبال سے پوچھئے۔

من چہ گویم از تولا یش کہ چیست — (۱) — خشک چوبے در فراق او گریست
ہستی مسلم تجلی گاہ او !! — (۲) — طورہا بالد زخاک راہ او

ترجمہ: میں کیا بتاؤں کہ ان کی محبت کیا چیز ہے۔ (اتنا سمجھ لیجئے کہ) خشک لکڑی بھی ان کے فراق میں روئی تھی۔

۲) مسلمان کی ہستی حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کی جلوہ گاہ ہے اور آپ کی خاک راہ سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں۔

وہ بھارتی حکومت کے نکتہ رس مشیروں نے چند سال پہلے پاکستان کو معاذ اللہ کمزور یا تباہ و برباد کرنے کے لئے جن نقاط کو سب سے زیادہ

ضروری سمجھا، افواج پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ 'ہلال' مورخہ کے ایک پرانے اداریئے کے مطابق حسب ذیل ہیں

ا۔ "حب محمد (ﷺ) مسلمان کے جسم وجان سے نکال لی جائے۔ اس کیلئے پاکستان کی جہاد مخالف قوتوں کو آگے بڑھایا جائے، کام میں لایا جائے

۲۔ پاکستان کی فوجی قوت کو ایک حد سے آگے نہ جانے دیا جائے، اس کے لئے فوجی اقدام اور سفارتی مہم جوئی سے بھی دریغ نہ کیا جائے

۳۔ پاکستان کے اندر پاکستانیوں پر مشتمل افواج مخالف لابی قائم اور مستحکم کی جائے جو قومی وسائل کا بہت بڑا حصہ دفاعی ضروریات کے بجائے اشیائے ضروریہ، تعلیم اور صحت کی مد میں خرچ کرنے کی بات کرے۔ اپنی افواج کے خلاف نفرت پھیلا کر افواج کو شہریوں کے تعاون سے محروم کردے اور دفاعی بجٹ کم کرنے کو عوامی مطالبہ اور تحریک بنادے۔ ( Inside story of Hinducracy.By Ajeet Sinngh Dhilon)

مگر یہ سب بہت بعد کی باتیں ہیں، سب سے پہلے اس جذبہ عشق کو سینوں سے نکالنے کے مشکل کام کو آسان کرنے کا بیڑا جن لوگوں نے اٹھایا، وہ یہی وہابی ونجدی علما تھے اور یہی تھے جنھوں نے بعد میں اپنا نام انگریز گورنر کی منظوری سے اہل حدیث رکھا۔ چونکہ یہ قرآن پاک اور حدیث پاک کے علم کا دعویٰ کرتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اس کتاب مقدس جو اتری ہی حضور ﷺ کی تصدیق اور آپ کے منصب وفضل وکمال اجاگر کرنے کے لئے تھی، آپ ﷺ کے خلاف استعمال کی۔ کیسی سینہ زوری ہے کہ کتاب حضور پرنور ﷺ کا ابدی معجزہ ہے، اسی کو برعکس معانی کا لبادہ پہنا کر صاحب معجزہ ﷺ کے خلاف استعمال کیا اور ذرہ بھر شرم نہیں آئی۔ پھر کیا تھا، انگریز ان کو عقیدے کا عنوان بتاتے رہے، یہ اسے آیات وروایات سے ثابت کرتے گئے۔ پھر ان کا یہی تعلق ہندوؤں سے ہوا، چنانچہ ان کی توحید نے گاندھی جی کے شرک کے دامن تلے پناہ لی اور جو اس مردود نے چاہا، ان سے کہلوایا۔ مثلاً مسلم اور ہندو ایک قوم ہیں، یہ گاندھی نے کہا اور علماء نجد و دیوبند نے اسے قرآنی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسی بنا پر لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی علیہ الرحمتہ نے فرمایا تھا۔

یہ کانگرسی ملا، کیا پوچھتے ہو، کیا ہیں!! گاندھی کی پالسی کا عربی میں ترجمہ ہیں

**حیات النبی** علیہ الصلوٰۃ والسلام: بہر حال انگریزوں کو مسلمانوں کے عقیدہ، حیات النبی ﷺ سے بڑی تکلیف تھی[ا]، نجدی ملاؤں نے اپنے آقاؤں کی پریشانی کو برداشت نہ کیا اور دین ودنیا کی لعنتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فوراً 'حیات النبی' (ﷺ) کے اجماعی وقدیم عقیدے کا انکار کر دیا اور بیشمار 'دلائل' سے اپنے مالکوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ کتنا غضب ہے قرآن پاک جس ذات پاک ﷺ کی عزت پر فدا ہونے والوں کو مردہ کہنے اور مردہ گمان کرنے سے بھی روکتا ہے اور دوٹوک انداز میں ان کے 'احیاء' زندہ ہونے کا اعلان کرتا ہے، فرنگی غلاموں نے قرآن پاک ہی کی رو سے انھیں معاذ اللہ معاذ اللہ مردہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ ذات پاک جس نے درختوں اور پتھروں کا جمود توڑ کر انھیں چلنا اور بولنا سکھایا، معاذ اللہ اسی کی حیات مقدسہ کا انکار کیا اور کرایا جانے لگا۔ جس نبی مکرم ﷺ نے عام مردے کے بارے میں فرمایا۔

**ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تو لیٰ عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالھم** (بخاری)

ترجمہ: جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

جس رسول محتشم ﷺ نے اپنے غلاموں کو ہدایت فرمائی کہ قبرستان میں جاؤ تو یوں سلام کرو

**السلام علیکم اھل الدیار من المو منین والمسلمین و انا ا نشآء اللہ بکم لاحقون نسئال اللہ لنا و لکم العافیه** (مسلم)

ترجمہ: اس بستی کے مسلمانو اور مومنو! السلام علیکم، بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمھارے لئے عافیت کے طالب ہیں۔

---

ا: دیکھئے ہمفرے کے اعترافات

جس رحمۃ للعلمین ﷺ نے مردوں کی سماعت کو صالحین امت تک محدود نہیں رکھا بلکہ فاسقوں، فاجروں بلکہ کافروں اور مشرکوں تک اسے عام کیا، خود اس کے بارے 'عقل عیار' کا فیصلہ یہ ہے کہ قبر منور میں زندہ نہیں اور نہ کسی کی آواز سنتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد (تیسرے روز) جب حضور ﷺ مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا 'اے فلاں بیٹے فلاں کے، اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، ہم نے تو اسے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اسے جو تمھارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ سچ پایا' یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیا خطاب فرمارہے ہیں۔" اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

**والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم** (بخاری، کتاب المغازی۔ باب قتل ابی جھل)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، جو میں فرمارہا ہوں' اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

پھر عذاب قبر اور نعیم قبر کے بارے میں آیات اور متعدد روایات جنھیں کتب حدیث میں باب اثبات عذاب القبر کے تحت درج کیا گیا ہے۔ مردوں کی برزخی زندگی اور سماعت پر ہی تو دلالت کرتی ہیں۔ مگر یار لوگوں کو ان سے انکار ہے کیونکہ ان کی طبع نازک ایسے عقائد و مسائل کو برداشت نہیں کرسکتی۔ ہاں ہاں واقعی ان کی طبائع بہت نازک واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ عذاب قبر کے بارے میں ایک غیر مقلد عبدالرحمٰن کیلانی اپنی کتاب "روح، عذاب قبر اور سماع موتی" میں لکھتا ہے۔

"سماع موتی کا مسئلہ عذاب قبر یا روح کی حقیقت کی طرح محض ایک تحقیقی مسئلہ ہی نہیں بلکہ شرک کا سب سے بڑا چور دروازہ ہے، لہذا قرآن مجید نے سماع موتی کے تمام امکانی پہلوؤں کو پوری قوت سے ختم کردیا ہے۔" (حالانکہ قرآن پاک نے جس سماع موتی کا انکار کیا ہے اس سے مراد ہے مردہ دل لوگوں کا ایمان لانا)۔

خیال فرمائیے ایک طرف بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور ایک طرف غیر مقلدین کا اپنا فیصلہ۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جب یہ لوگ صحیحین تک کی روایات کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کرتے اور محبوب اعظم و ہادی عالم ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتے تو کم از کم خود کو اہل حدیث نہ کہلائیں بلکہ کھلم کھلا منکرین حدیث میں شامل ہو جائیں۔ مگر یوں بھی نہیں کریں گے کیونکہ انھیں امت کو دھوکا دینا مقصود ہے اور ظاہر ہے دھوکا اسی قسم کی چالوں سے دیا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیں انھیں اسی مسئلے میں عام امت بلکہ فقہا بلکہ محدثین بلکہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ سے اختلاف نہیں، اور بھی کئی مسائل ہیں جہاں انھیں والی امت ﷺ اور امت سے اختلاف ہے۔ اگر توفیق ملی تو انشاء اللہ کبھی اس موضوع پر بھی اظہار خیال ہوگا کہ یار لوگوں نے کہاں کہاں 'اپنی نئی رسم جنوں' ایجاد کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے خمیر اور ضمیر میں اسلام سے بغاوت ہے اور ان کا وجود و نمود ہی دین حق سے رشتہ توڑنے اور امت میں انتشار پیدا کرنے کے لئے وقف ہے۔ بیشک مسلمانوں کی یکجہتی کو جتنا نقصان ان نجدی و وہابی علما نے پہنچایا، اتنا نقصان انگریز خود بھی نہیں پہنچا سکتے تھے، بالفاظ دیگر علاقوں کو فتح کرنا، ریاستوں کو زیر کرنا اور برصغیر پر قبضہ کرنا بھی ان کے نزدیک اتنا مشکل نہیں تھا، جتنا مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ اس مرحلے میں ان زرخرید علما نے ان کی نیز اپنی مشکلکشائی کی اور طرح طرح سے انعامات اور جاگیریں حاصل کیں۔

احادیث میں قبر والوں کے سننے ہی کا اثبات نہیں، ان کے کلام کرنے کا بھی ہے، ہاں ہاں ایسا کلام جسے بظاہرہ زندہ لوگ (جو قبروں سے باہر ہیں) سنتے رہے ہیں، اور ایسے واقعات اور تو اور احادیث میں بھی وارد ہیں، مگر یار لوگوں نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر ایمان اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محدثین عظام علیہم الرحمہ پر اعتماد رکھنے کی بجائے اپنی عقل باغی و طاغی سے پوچھا اور اس نے صاف انکار کردیا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ وہی کہ اسلام کے دشمن یورپین عیسائی اس عقیدے سے بہت پریشان و نالاں تھے کہ مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کو خدا کے فضل سے زندہ، شاہد اور سمیع و بصیر سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے ہمفرے کے اعترافات) چنانچہ دشمنان اسلام کی 'رضا' کیلئے جونجدی ٹولہ معرض وجود میں آیا اس نے حیات النبی ﷺ کا انکار کرنے کے لئے

ایسی تمام روایتوں سے جن میں مردوں کے سننے اور کلام کرنے کے واقعات تھے، منہ پھیر لیا اور 'جہاد فی سبیل النصاریٰ' کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

**ایک سوال اور وہابی مفتی کا جواب:** آیئے اب آخر ہفت روزہ اہلحدیث لاہور مورخہ ۲۵ شعبان ۱۴۲۶ھ میں درج شدہ ایک سوال وجواب کا مطالعہ کریں۔ ہم یہاں صرف اتنا درج کرتے ہیں جو ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے۔

سوال: میں رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت رکھتا ہوں ............... میرا کافی عرصہ پہلے نماز کے بعد ذکر واذکار لا الہ الا اللہ تک محدود ہوتا تھا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، انھوں نے مجھے فرمایا کہ ہمیں بھی یاد رکھا کرو یعنی لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھا کرتا کہ ہم بھی تمھاری مدد کریں، اس کی شرعی حیثیت واضح کریں (حاجی رفیع الدین، بہاولنگر)

(شرع کے دشمنوں نے جو اس کا جواب دیا ہے، ملاحظہ ہو)

جواب: خواب کے متعلق واضح رہے کہ اسے کسی شرعی حکم کی بنیاد نہیں قرار دیا جاسکتا، صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے خواب وحی ہوتے ہیں اور شرعی احکام کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد واضح ہو کہ افضل الذکر تو صرف لا الہ الا اللہ ہے، محمد رسول اللہ کو مستقل طور پر ذکر کا حصہ بنانا جائز نہیں۔ البتہ کبھی کبھار اختتام ورد کے موقع پر محمد رسول اللہ کہنے میں حرج نہیں۔ سوال میں یہ کہنے پر ''ہم بھی تمھاری مدد کریں گے''، کا جو اشارہ ملا ہے، یہ ایک ذہنی اختراع ہے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف باغیانہ اقدام اور کھلا شرک ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

**تبصرہ:** از راہ کرم غور فرمایئے محبوب خدا سرور انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کا ذکر خیر روکنے کے لئے دشمن اتنا دلیر ہو گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ بھی اسے محمد رسول اللہ بار بار کہنا سننا برداشت نہیں ہوتا۔ چنانچہ کس صراحت کے ساتھ اس کے 'معاذ اللہ' جائز نہ ہونے کا فتوی دے دیا اور اس کی دلیل میں کوئی آیت یا کوئی روایت پیش نہیں کی، آخر کیوں؟ اس لئے کہ انھیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا اپنا قول ہی حرف آخر ہے۔ یہ اللہ اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام پر اتنا ہی ایمان رکھتے ہیں جتنا ان کے روحانی دادا عبداللہ بن ابی کا تھا۔ اس پارٹی کے بارے میں قرآن پاک نے وضاحت فرمادی ہے۔

**اذا جاء ک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله يعلم انک لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون** ٥ (المنفقون۔١)

ترجمہ: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

**رفعت ذکر:** دل سے انھیں کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کا دین ایمان زبان تک محدود ہے اور یہ بھی مصلحت کا تقاضا ہے۔ اگر ان کا بس چلے تو معاذ اللہ دنیا بھر سے ذکر رسول ﷺ ختم کر دیں۔ کیا کریں محمد رسول اللہ ﷺ کا رب ان کی پیش نہیں جانے دیتا۔ اس نے **ورفعنالک ذکرک** ٥ (ترجمہ: اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کر دیا) فرما کر دشمنوں کے سر پر اور منہ میں مٹی ڈال دی ہے اور ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے۔ یہ اس کی قدرت تامہ کا ظہور ہے کہ بش اور شیطان جیسے خارجی اور ان جیسے داخلی دشمنوں کی انتہائی ناپاک سازشوں کے باوجود اس نے اپنے محبوب کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والثناء سے جس رفعت ذکر کا وعدہ فرمایا ہے، وہ روز بروز افزوں بلکہ لحظہ بلحظہ افزوں ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ سے اس ذکر پاک کی وسعت کا حال سنئے

دشت میں، دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے، بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

چشم حقیقت بین سے دیکھئے تو ذکر رسول ﷺ کی یہ ہمہ گیری و بلندی موجودہ مذہب بیزار دنیا میں خود ایک عظیم معجزہ ہے۔ جناب قاضی سلیمان منصور پوری سے سنئے۔

''بحر الکاہل کے مغربی کنارہ سے دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے، جس نے صبح کے روح افزا جھونکتوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خموشی میں اشهدان محمد ا رسول الله کی سریلی آواز کو جاں بخش نہ پایا ہو۔[1] یہی وہ الفاظ جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی ہستی کے بہترین آغاز وانجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں کیا رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں، کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز وشب اس طرح پر کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے۔ لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قعر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ہاں وہ اعلان صرف اس کے نام ہی کا اعلان نہیں، بلکہ اس کے کام کا بھی، اور صرف کام ہی کا نہیں بلکہ اس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔''

ارے بدنصیب منافقو! یہ تو نام پاک ہی بڑا حلاوت انگیز ہے۔ اسے لب پر لاتے ہی دو بار ہونٹ ملتے ہیں تا کہ یہ بات کھل جائے کہ جس حبیب گرامی کا یہ نام نامی ہے (ﷺ) وہ عالم پست کے مکینوں کو عالم بالا سے ملانے آیا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا

**دعا الی الله فالمستمسکون به　　　مستمسکون بحبل غیر منفصم**

ترجمہ: انھوں نے اللہ کی طرف بلایا سو ان کا دامن تھامنے والے ایسی مضبوط رسی کو پکڑے ہوئے ہیں جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔

اور سنئے شاہنامہ اسلام کا عظیم مصنف کیا کہتا ہے۔

اس نے نام پاک 'محمد' ﷺ کو عنوان بنا کر طویل نظم لکھی ہے، (یہاں صرف چند اشعار دیئے جاتے ہیں)

زبان پر اے خوشا صل علیٰ یہ کس کا نام آیا　　　کہ میرے نام جبریل امین لے کر سلام آیا
محمد ﷺ جان عالم ، فخر آدم، ہادی اکرم　　　امام الانبیا ، خیر البشر ، پیغمبر اعظم
محمد ﷺ وہ جمال اولین، وہ پیکر نوری!　　　محمد ﷺ کاشف سر ظہور و رمز مستوری
محمد ﷺ، احمد وحامد جسے خالق نے فرمایا　　　ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایہ

---

[1] بغوی نے باسناد ثعلبی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ورفعنا لک ذکرک کی حقیقت دریافت کی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا اذا ذکرت ذکرت معی (یعنی جب میرا ذکر کیا جائے گا تیرا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں اذان واقامت، تشہد وخطبہ مراد ہیں، )

نوٹ نمبر ا: حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں۔

اغر علیه للنبوة خاتم　　　من الله شهود یلوح و یشهد
وضم الاله اسم النبی مع اسمه　　　اذا قال فی الخمس المو ذن اشهد
وشق له من اسمه لیجله　　　فذو العرش محمود و هذا محمد

ا۔ آپ روشن چہرہ ہیں۔ مہر نبوت کے حامل ہیں، اللہ کی طرف سے مشہود ہیں، چمکتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں۔
۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جب مؤذن پانچوں وقت اشہد کہتا ہے۔
۳۔ اپنے نام سے آپ کا نام نکالا تا کہ ان کو بڑائی اور بزرگی دے چنانچہ عشر والا اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپ محمد ہیں　　　(رحمۃ للعالمین جلد ۳)

نوٹ نمبر ۲: حضرت جبریل علیہ السلام کی روایت کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دوٹوک فیصلہ ہے کہ اس کے ذکر مقدس کے ساتھ ساتھ اس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر گرامی بھی ہو۔ مگر شیطان اینڈ کمپنی اس سے بڑی مشکل میں ہے

آیئے پھر اللہ کے نام پاک محمود اور حضور پرنو ﷺ کے نام پاک 'محمد ﷺ' پہ غور فرمائیے تو نکتے پر نکتے نکلتے جائیں گے۔ یہاں اہل محبت کا نکالا ہوا صرف ایک نکتہ نذر ناظرین ہے۔ وہ فرماتے ہیں دونوں میں (و) کا فرق ہے جو حرف علت ہے۔ گویا بتایا جا رہا ہے کہ اللہ جل مجدہ کو علت والے بھی یاد کریں گے مگر ' محمد ﷺ ' کو وہی یاد کریں گے جو علت سے خالی ہوں گے۔ دیکھو سکھ بھی توحید خداوندی کے قائل ہیں مگر رسالت کے منکر ہیں۔ (سکھوں اور نجدیوں میں یہی تو فرق ہے کہ وہ اوپر سے بھی منکر ہیں اور یہ اندر ہی سے منکر ہیں)

رہا یہ کہ بعض روایات میں صرف **لا الہ الا اللہ** کا ذکر ہے۔ تو اہل معانی سے پوچھیے

مثلاً افضل الذکر **لا الہ الا اللہ** وافضل الدعا **الحمد للہ** مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: افضل ذکر **لا الہ الا اللہ** ہے اور افضل دعا **الحمد للہ** ہے۔

تو دراصل یہاں بھی پورا کلمہ شریف مراد ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **لا الہ الا اللہ** سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، ورنہ صرف **لا الہ الا اللہ** تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے۔ وہ مشرک نہیں موحد ہے۔ جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے، یہ حمد الٰہی نعت مصطفوی کا مجموعہ ہے، اس لئے یہ، افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے کہ صفائی کیلئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔

اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

' **لا الہ الا اللہ** کلمہ طیبہ کا علم ہے جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کوئی کہے **الحمد** سات بار کہو یا **قل ھو اللہ** گیارہ بار کہو، کیا اس سے صرف لفظ **الحمد** یا لفظ **قل ھو اللہ** مراد ہوں گے۔ ہرگز نہیں، بلکہ پوری سورتیں کہ اختصارا! جن کے نام یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا اختصار **لا الٰہ** نہیں ہوسکتا تھا کہ محض نفی بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمہ کفر ہے لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا......الخ (ملفوظات حصہ دوم)

اب میں اس مختصر بحث کی آخری بات عرض کرتا ہوں، آخر نجدیوں کو اس نام نامی سے ایسی چڑ کیوں ہے؟۔ اس کو سمجھنے کے لئے آپ محبت کی اس علامت کو یاد کیجئے جس کا ذکر خود حضور پرنو ﷺ نے فرمایا ہے یعنی

**من احب شیا ً اکثر ذکر ہ** (الجامع الصغیر، کنز العمال) ترجمہ: جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

تو ظاہر ہے اس کے برعکس بغض کی علامت ہوگی ذکر روکنا۔ لہذا چونکہ نجد و دیوبند کے ان 'فضلا' کو بغض ہے لہذا کسی نہ کسی بہانے ذکر روکنے کی ناپاک اور نا کام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہاں جواب دیتے ہوئے مفت کے 'مفتی' نے کبھی کبھار پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر اس 'کبھی کبھار' کو بھی ختم کر دیں گے (گو خود ختم ہو جائیں) مگر ہوگا کیا ذکر چمکتا جائے گا، یہ چلتے چلتے چلنے کی آخری جگہ میں پہنچ جائے گا۔

**مومن کا خواب:** اب آیئے مرد مومن کے خواب کی عظمت و اہمیت کی طرف۔ یہاں بغیر تفصیلی تبصرے کے مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرءیا کی پہلی پانچ احادیث مقدسہ پیش کی جاتی ہیں

۱۔ **لم یبق من النبو ۃ الا المبشرات ، قالو وما المبشرات قال الرء یا الصالحۃ** (رواہ البخاری وزاد مالک بروایۃ عطاء ابن یسار یراھا الرجل المسلم اوترٰی لہ)

ترجمہ: نبوت سے بشارتوں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ بشارتیں کیا ہیں فرمایا 'اچھے خواب' (بخاری امام مالک نے عطاء بن یسار سے مزید روایت یوں کی جس کو کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لئے کسی کو دکھایا جائے)

۲۔ **الر ء یا الصا لحۃ جز عہ من ستۃ و اربعین جز ء من النبو ۃ** (متفق علیہ)

ترجمہ: اچھا خواب نبوت کے حصوں میں سے چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتمثل فی صو رتی (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

۴۔ من رانی فقد رای الحق (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھی کو دیکھا (بخاری و مسلم)

۵۔ من رانی فی المنا م فسیر انی فی الیقظۃ و لا یتمثل الشیطن بی (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میرے جیسی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری و مسلم)

مثال کے طور پر یہ چند روایات پیش خدمت ہیں، ان میں ہر ایک پر متفق علیہ لکھا ہوا ہے یعنی امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما دونوں کا ان پر اتفاق ہے مگر کیا کیا جائے منافق ان سے متفق نہیں۔

ان میں آخری حدیث پاک تو یہ خوشخبری دے رہی ہے کہ حضور پر نور علیہ السلام جس خوش نصیب کو پہلے خواب میں اپنے دیدار سے نوازتے ہیں، اسے پھر بیداری میں بھی نوازتے ہیں۔ چنانچہ اولیاء کاملین اور محدثین عظام رضی اللہ عنہم کے بیشمار واقعات ہیں جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کا اعلان کررہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مشہور محدث امام سیوطی علیہ الرحمہ نے پچھتر بار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی تو امام شعرانی علیہ الرحمہ کے بقول انھوں نے سات ساتھیوں سمیت محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا سے سبقاً سبقاً (جاگتے ہوئے) بخاری شریف پڑھی۔ بہت سے خوش نصیب وہ ہیں جنھیں آج بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لا کر کلمہ پڑھاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان وہ ہیں جن کی رہنمائی خواب میں فرمائی جاتی ہے۔

رہ گیا مومن کے خواب کا حجت شرعی ہونا تو کون نہیں جانتا 'اذان' کے الفاظ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں سکھائے گئے تھے جنھیں بطور اذان رائج و نافذ کیا گیا۔

یونہی جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن قیس نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ آپ ایک بہترین قسم کی زرہ پہنے ہوئے تھے کسی مسلمان سپاہی نے آپ کی وہ زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ میں رکھ دی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ایک سپاہی کو خواب میں ملے اور کہا کہ میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں اور میری اس وصیت کو شیطانی خواب نہ سمجھنا بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ کل میری شہادت کے بعد ایک مسلمان نے میری زرہ اتار لی اور اسے خیموں کے آخری کنارے پر گھوڑے باندھنے کی جگہ میں چھپا دیا ہے تم اس واقعہ سے سپہ سالار فوج خالد بن ولید کو میری طرف سے مطلع کرو کہ وہ میری زرہ اس سے حاصل کریں اور دربار خلافت میں پیش کریں اور تم جب بارگاہ صدیقی میں پہنچو تو جناب ابوبکر صدیق سے میرا یہ پیغام کہنا کہ مجھ پر جس قدر قرضہ ہے وہ میری زرہ اور سامان فروخت کرکے ادا کیا جائے اور میری طرف سے فلاں فلاں غلام آزاد کردیا جائے چنانچہ ان دونوں جلیل القدر ہستیوں نے ان کی اس اطلاع کو درست اور امر واقعی سمجھ کر اس پر عمل کیا اور جو کچھ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی وہ لفظ بہ لفظ صحیح نکلی۔

اب منکر کی بدبختی دیکھئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مدد کا وعدہ فرمارہے ہیں اور نجدی اسے شرک قرار دے رہا ہے۔ واللہ انھیں سچے دل سے اللہ اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں ورنہ اللہ جسے رحمۃ للعلمین فرمائے، وہ بھی اگر مدد کرنے سے قاصر ہو، تو اللہ کے فرمان کا کیا معنی ہوا۔ چونکہ اس مسئلے پر کئی دفعہ گفتگو ہوچکی ہے لہذا سب کچھ دہرانا غیر ضروری ہے۔ البتہ صرف اطمینان کے لئے ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم رکعون o (المائدۃ۔۵۵)

ترجمہ: تمھارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں

**عبرتناک صورت حال:** میں کبھی کفار مکہ اور منافقین مدینہ کی بدقسمتی پر غور کرتا ہوں تو بڑی عبرت ہوتی ہے۔ وہ زمانہ جس کی قسم والعصر سے فرمائی گئی، پھر وہ شہر جس کی قسم **لا اقسم بھذا البد** کے الفاظ میں ذکر کیا گیا اور آخر میں وہ سرزمین مدینہ منورہ جو احب البلاد ہے اور جسے قرآن پاک میں ارض اللہ کہا گیا ہے۔ اس زمانے میں اور ان شہروں میں کوئی صدیق، کوئی فاروق، کوئی کامل الحیا والا یمان اور کوئی اسد اللہ کوئی سیف اللہ کوئی امین الامتہ بن رہا ہے بلکہ دور دور سے لوگ آ کر ایمان ویقین کے ذروہ علیا پر فائز ہو رہے ہیں اور جو بھی چند لمحے اس آئینہ جمال خداوندی (ﷺ) کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی اس کے ہزارویں، لاکھویں بلکہ کروڑویں درجے تک نہیں پہنچ سکتا، اسی دور میں ابو جہل، ابولہب، عبداللہ بن ابی اور ان کے کئی ساتھی بزعم خود 'عقل ودانش' کا مرقع ہوتے ہوئے محروم ہی نہیں رہتے، اللہ اس کے فرشتوں اور رسولوں کی لعنتوں کے زیر بار کفر وشرک کی انتہائی پستیوں میں گر کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عذاب خداوندی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کتنا فرق ہے

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم — زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

پھر اسی طرح رحمۃ للعلمین ﷺ جو ہمیشہ تک کے لئے رحمۃ للعلمین ہیں، کا دربار فیض کھلا ہے اور ندا آ رہی ہے۔

در فیض محمد ﷺ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے — نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اس دربار پر انوار علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام کے فیض کی تجلیات سارے جہان کو ہی نہیں، دونوں جہان کو سیراب کر رہی ہیں، خزانوں کے منہ کھلے ہیں، حاجت روائی ہو رہی ہے، جھولیاں بھری جا رہی ہیں، دکھ درد دور کئے جا رہے ہیں، دین وایمان کے اجالے دلوں کو چمکا رہے ہیں، علم و عرفان کی دولتیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ کسی کو غوث اعظم، کسی کو داتا گنج بخش، کسی کو غریب نواز، کسی کو محبوب الٰہی، کسی کو لاثانی اور کسی کو نقش لاثانی بنایا جا رہا ہے۔ (رضی اللہ عنہم) کہیں نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی علیہم الرحمۃ کو مخصوص محاذ سونپے جا رہے ہیں۔ کہیں امام غزالی، مولائے روم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے لخت جگر شاہ عبدالعزیز کو علم وعرفان سے نوازا جا رہا ہے تو کہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور مجدد ملت حضرت شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی کو اسلام دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا کر کے فتح کا مژدہ دیا جا رہا ہے (علیہم الرضوان)

اسی دور میں چند لوگ بزعم خود تفسیر وحدیث میں غرق ہو کر اصلِ حیات سرکار رحمۃ للعلمین علیہ الصلوۃ والسلام کے باغی بنتے ہیں اور دین و دنیا سے محروم ہو رہے ہیں۔ نہ ان کو ان کے علم غیب کا اقرار نہ حاضر وناظر ہونے پر یقین، نہ خداداد کمالات وتصرفات پر ایمان بلکہ نہ حیات النبی ﷺ کے قائل۔ دل بغض سے تاریک، آنکھیں تعصب سے بند، زبانیں حق بیانی سے عاری، رفتار بے ڈھنگی اور گفتار دلخراش۔ ساری عمر بغض رسول ﷺ کے لئے وقف کر دی اور مرتے مرتے، جلتے جلتے، بکتے بکتے دوزخ میں پہنچ گئے۔

کچھ ایسے ہی پس منظر میں رب تعالیٰ نے محروم رہنے والوں اور قرآن پاک کے منکروں سے فرمایا

**افبھد الحدیث انتم مدھنونO و تجعلون رزقکم انکم تکذبونO** (الواقعہ:۸۱،۸۲)

ترجمہ: تو کیا اس بات میں سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔

یعنی قرآن پاک نے تقدیریں بدل کے رکھ دیں مگر اے کافرو تم نے صرف اس کو جھٹلانے پر ہی اکتفا کیا۔

اے خداوند کریم' اے اپنے محبوب ﷺ دلنواز کے رب، اے رحمۃ للعلمین کو رحمۃ للعلمین بنانے والے ارحم الرحمین اللہ، ہم بیکسوں کو اپنے محبوب بندوں کے راستے (صراط مستقیم) پر چلا کر اپنی اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت سے نواز دے اور شیطانوں، کافروں، مشرکوں اور منافقوں کے راستے سے محفوظ فرما۔ آمین بجاہ سیدی حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی

☆......☆......☆

# توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط: 57

پروفیسر محمد حسین آسی

اب یہ خیال ہے کہ محبوبانِ خدا کے جو کمالات وتصرفات میدانِ جہاد میں ظاہر ہوتے رہے اور جن سے بعض اوقات میدانِ جنگ کا نقشہ بھی بدلتا رہا، انھیں بیان کیا جائے تا کہ ان کی اہمیت کا ایک اور پہلو اجاگر ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے محبوب اعظم ﷺ کے معجزات اور ان کے نائبوں اور وارثوں کی کرامات فیضانِ سماوی ہی کی تعبیر ہیں اور مسلمانوں اور کافروں کے درمیان وجہ امتیاز بھی۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اسی لئے فرمایا ہے۔

وہ قوم جو فیضان سماوی سے ہے محروم — حداس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

کفار کا سارا دارومدار کثرت تعداد یا کثرت سامان پر ہوتا ہے مگر فرزندان اسلام کا دارومدار تعداد و سامان کی بجائے ایمان پر ہے اور اس کے نتیجے میں اترنے والی رحمت خداوندی پر۔ کافر کے پاس لڑنے والے کم ہوں یا سامان جنگ قلیل ہو، تو وہ ہمت وحوصلہ ہار دیتا ہے مگر مومن چونکہ قادر مطلق کا بندہ اور قادر مطلق کے مظہر قوت وقدرت حضور پر نور ﷺ کا عاشق ہوتا ہے، اسی لئے اس کی نظر دنیوی سامان کی قلت و کثرت پر نہیں ہوتی، بقول حکیم الامت

کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسا — مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

حقیقت یہ ہے وہ اپنے اللہ جل مجدہ اور حبیب مکرم ومعظم ﷺ کے عشق سے سرشار ہوتا ہے، اسے اپنی جان کی پروا ہوتی ہے نہ مال کی، وہ سب کچھ راہ عشق پر قربان کر کے 'وصل جاناں' سے مشرف ہو جانا چاہتا ہے اور پھر قدرت اس کے ایمان واخلاص کی بنا پر اسے دنیا و مافیہا سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اس کے نزدیک تاج وتخت کی کوئی اہمیت رہ جاتی ہے نہ مال و زر کی۔ اسی قسم کے لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت اقبال علیہ الرحمۃ 'طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ کی دعا' کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔

یہ غازی، یہ تیرے پر اسرار بندے — جنھیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!

مجاہدوں اور غازیوں کے ان پاکیزہ جذبات کی انتہا ان لوگوں میں پائی جاتی تھی جو حبیب خدا سرور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنی وسیع تعداد میں اس قسم کے لوگ تیار کرنا حضور پر نور ﷺ کا معجزہ در معجزہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے بہت کم بھی تھے اور نشہ عشق وایمان سے زیادہ سرشار بھی نہیں تھے۔ مگر یہاں جسے دیکھو، اپنی اپنی شان کے مطابق عشق وایمان کا پیکر دکھائی دیتا ہے، پھر مرد ہی نہیں، خواتین بھی اسی جذبے سے سرشار ہیں اور خدا اور رسول ﷺ کی رضا پر سب کچھ نثار کرنے کو تیار ہیں۔ ان کی داستان ہائے کیف و مستی بعد میں آنے والوں کے لئے روشنی اور ہدایت کا بہت بڑا مینار ہیں۔ یہاں بعض کے ذوق وشوق کا جو

ذکر ہوگا سوایک تو حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے معجزے کے طور پر ہوگا اور دوسرے اس بات کی وضاحت کے لئے کفر کے مقابلے میں اسلام کی کامیابی کا دارومدار اسی جذبے پر تھا۔ آج بھی قوم کو اسی جذبے کی ضرورت ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں ۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے		دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

اس قوت عشق ایمان سے 'ناممکن' 'ممکن' ہوجاتا ہے ۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا		آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

غزوہ احد میں پہلے پہل مسلمان کامیاب ہوئے اور پھر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، آخر کیوں، حضور پرنور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں سستی کرنے کی بنا پر۔ رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اہل ایمان کی کامیابی حضور پرنور ﷺ کی اتباع واطاعت میں مضمر ہے، اگر معاذ اللہ اس سے بے پرواہ ہوگئے تو فطرت کو ہماری تباہی و بربادی کی قطعاً پرواہ نہیں ہوگی۔ آج جو بیدینوں کو سرآنکھوں پر بٹھا کر اسلام کے ساتھ عملاً بغاوت کی جارہی ہے، اس کا انجام ایک زلزلہ ہی نہیں، نجانے اور کیا کچھ ہوگا۔ ہاں ہاں فحاشی و بے حیائی کا جو سیلاب بلاخیز اب لایا جارہا ہے، اس کا نتیجہ تباہی بلکہ دوجہان کی رسوائی کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا مشرف خوب توبہ واستغفار کر کے ساری قوم کو اسی ڈگر پر چلاتا، مگر افسوس حکمرانوں کے دماغوں پر ایسی شیطنت مسلط ہوچکی ہے کہ ظلمتوں میں کھوکر انھیں اب کوئی روشن راستہ نظر نہیں آتا۔

بہر حال ذیل میں غزوۂ احد کے چند پہلو پیش خدمت کئے جاتے ہیں تاکہ قوم کے لئے سرمایہ عبرت ونصیحت بن سکیں اور حکایات عشق پڑھ کر لذت عشق سے سرشار ہوسکیں نیز معجزات وتصرفات دیکھ کر 'فیضان سماوی' کی اہمیت سے بھی آگاہ ہوجائیں۔ اس تحریر کا انحصار علامہ سیوطی قدس سرہ کی 'الخصائص الکبریٰ' پر ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ 'ضیاء النبی' پر۔

**حضور سید عالم ﷺ کا خواب:** جنگ سے پہلے مدینہ منورہ میں رات کو حضور پرنور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں، آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے۔ ایک گائے پر نظر پڑی جو ذبح کی جارہی ہے اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے، تلوار کی شکستگی ذات شریف پر مصیبت ہے (بخاری شریف میں ہے کہ تلوار کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا جس کی تعبیر اصحاب کرام کی شکستگی وہزیمت تھی) گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا سوار کبش الکتیبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ الخصائص الکبریٰ کی روایت کے مطابق خواب میں پھر میں نے اسی تلوار کو گھمایا تو وہ جیسے پہلی تھی ویسی ہی ہوگئی تو اشارہ یہ تھا کہ آخر میں پھر فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ بعض نے خواب کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا 'میں نے اپنی تلوار کی دھار میں کئی دندانے دیکھے ہیں، پھر اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ 'میرے اہل بیت سے ایک شخص قتل کیا جائے گا۔

**رائے عالی اور نبی کی شان:** (علیہ الصلوۃ والسلام) اس خواب کی بنا پر حضور پرنور ﷺ کی رائے عالی یہ تھی کہ لڑائی مدینہ منورہ کے اندر لڑی جائے، اکابر مہاجرین وانصار بھی اسی میں مصلحت سمجھتے تھے مگر وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے ملتجی ہوئے کہ باہر نکل کر لڑنا چاہیئے۔ حضور ﷺ نے ان کے جذبہ شہادت کی قدر کرتے ہوئے ان کے اصرار پر باہر لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ جب حضور پرنور ﷺ دوہری زرہ پہن کر باہر تشریف لائے تو اب نوجوانوں کو بھی اپنی خطا محسوس ہوئی لہذا عرض گزار ہوئے کہ حضور ﷺ کا فیصلہ ہی زیادہ مناسب تھا (اور ہم اپنے اصرار سے باز آئے) سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ شایان نہیں کہ ہتھیار پہن کر اس سے پہلے کہ اللہ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادے انھیں اتار دے۔ لہذا اب جو میں حکم دوں، اس کے مطابق عمل کرو۔

**عبداللہ بن ابی کی واپسی:** عبداللہ بن ابی کی رائے بھی شہر کے اندر لڑنے کی تھی۔ جب حضور ﷺ نے نوجوانوں کی دلنوازی کرتے ہوئے باہر لڑنے کی درخواست منظور کرلی تو اس بہانے سے کہ اس کی بات نہیں مانی گئی تھی، راستے سے تین سو ساتھیوں سمیت واپس آگیا۔ اس کے ہم قبیلہ عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے اسے بہت سمجھایا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی موقعے پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

**ما كان الله ليذر المومنين على ما انتم عليه حتى يميزا لخبيث من الطيب** (آل عمران:۱۷۹)

ترجمہ:	اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو، جب تک جدانہ کردے گندے کو ستھرے سے

اس سے پہلے یہودیوں کا ایک لشکر بھی اپنے پروگرام کے مطابق مدد کے لئے آرہا تھا مگر حضور پرنور ﷺ نے فرمایا

**انا لا نستنصر باهل الشرک علیٰ اهل الشرک**

ترجمہ: ہم اہل شرک کے خلاف جنگ میں کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے

اہل ایمان غور فرمائیں مشرکین کی مدد قبول نہ ہو اور مومنین کی مدد قبول، آخر کیوں؟ اس لئے کہ مشرکین بت پرست ہوتے ہیں، سو اسلام سے کیا مخلص ہوں گے کہ اس کے لئے جان قربان کریں جب وہ خود خدا کے دشمن ہیں۔ اور مومن خدا کے بندے اور خدا کے فضل پر بھروسا کرنے والے لہذا ان کی مدد گویا خدا کی مدد ہی ہے مگر اس کے برعکس خدا کے دشمنوں کی مدد کو خدا کی مدد نہیں کہا جا سکتا، آج کل بعض لوگ مومنوں اور مشرکوں کی مدد کو ایک جیسا ہی سمجھتے ہیں، کاش اس سے عبرت پکڑیں۔

**تیراندازوں کو ہدایت:** حضور پرنور ﷺ نے صف آرائی کیلئے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو اپنی بائیں طرف رکھا۔ پہاڑ میں ایک شگاف یا درہ تھا جس میں سے دشمن پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس درے میں پچاس پیدل تیرانداز مقرر کئے اور پہچان کے لئے سفید وردی کا حکم دیا نیز حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار بنایا اور فرمایا

”کہ اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بارش کرنا تا کہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ ہم فتحیاب ہوں تو بھی تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا تا کہ تمھاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دی ہے اور ہم ان کے لشکر میں گھس کر انھیں بے دریغ تہ تیغ کر رہے ہیں، تو بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا بلکہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں اور دشمن ہمیں تہ تیغ کر رہے ہیں، تب بھی ہماری مدد کے لئے مت آنا۔ ہمارا دفاع ہرگز نہ کرنا اور اپنے مورچوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ جب تک میں تمھاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں۔ دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کرتے رہنا، کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوتے ہیں وہاں گھوڑے پیش قدمی نہیں کرتے۔ کان کھول کر سن لو۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا! کہ میں نے سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا“ (ضیاء النبی بحوالہ سیرت ابن ہشام ج ۳)

کتنی واضح ہدایات تھیں مگر افسوس یہ کہ ان کی تعمیل میں کچھ کوتاہی ہو گئی اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

**حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی تیغ آزمائی:** احد کے دن حضور پرنور ﷺ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا

**من یا خذ هذا السیف بحقه** (کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لیتا ہے کہ اس کا حق ادا کرے)

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلوار لینے کی خواہش کی مگر ہر بار حضور ﷺ نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔ آخر کار مشہور بہادر حضرت ابودجانہ سماک بن خرش کھڑے ہوئے اور عرض کی

**ماحقه یا رسول الله** (یا رسول اللہ ﷺ: اس کا کیا حق ہے)

فرمایا

**ان تضرب به العد و حتی ینحنی** (حق یہ ہے کہ دشمن پر یوں چلاتا رہے کہ ٹیڑھی ہو جائے)

شرط قبول کرنے پر حضور پرنور ﷺ نے تلوار انھیں عطا فرما دی۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ اپنا سرخ دوپٹہ عصابۃ الموت (یعنی موت کا دوپٹہ) سر پر باندھتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

تیغ شریف لے کر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور بڑے فخریہ انداز میں اترا اترا کر ٹہلنے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنے غلام کی یہ ادا دیکھی تو فرمایا "یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے سوا اس قسم کے موقع کے (سیرت ابن حشام جلد ۳) میدان کارزار میں گھس کر کشتوں کے پشتے لگاتے اور یہ رجز پڑھتے

**انا الذی عا هدنی خلیلی ونحن بالسفح لدی النخیل**

**الا اقوم الدهر فی الکیول اضر ب بسیف الله و الر سول**

ترجمہ: میں وہ ہوں جس سے میرے خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی وقت یہ معاہدہ کیا، جب ہم کھجوروں کے پاس دامن کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تلوار چلاتا رہوں گا۔

اسی دوران ایک گرجتا ہوا مشرک آیا جس سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اس نے خوب تاک کر وار کیا جسے حضرت ابودجانہ نے اپنی ڈھال پر روک

لیا۔ پھر آپ نے بجلی کی طرح اس پر حملہ کر کے اسے دولخت کر دیا۔ ہند بنت عتبہ پر تلوار اٹھائی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار عورت پر مارنا اس کے شایانِ شان نہیں۔

**ابو عامر فاسق**: ابو عامر قبیلہ اوس کا سردار تھا اور راہب کہلواتا تھا۔ مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک لوگوں کو نبی آخر الزماں ﷺ کے جلد ظہور کی خوشخبریاں دیتا رہا جب اللہ جل مجدہ کے حبیب اعظم واکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اسے اپنی عزت گھٹتی ہوئی دکھائی دی چنانچہ یہ حسد پر اتر آیا اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر کے قریش کو جنگ پر اکساتا رہا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ لڑائی میں میری قوم نے مجھے دیکھ لیا تو اسلام چھوڑ کر میرے ساتھ مل جائے گی۔ پچاس ہمراہیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ میدان میں نکلتے ہی اس نے بلند آواز سے کہا **یا معشر الاوس انا ابو عامر** (اے گروہ اوس، میں ابو عامر ہوں) سب نے ایمان وعشق سے لبریز ہو کر جواب دیا **لا انعم اللہ بک عینا یا فاسق** (اے بدمعاش! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے) کہنے لگا میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ وہ اور اس کے ساتھ اور غلامان قریش کی ایک جماعت نے تیر برسائے مگر مسلمانوں کی سنگباری سے یہ سب بھاگ گئے۔ (اس جنگ کا آغاز اس بدبخت نے کیا تھا)

**حضرت مصعب بن عمیر** رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کسی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو اس کا میدان میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کفار نے سخت حملہ کیا اور آپ کا پرچم والا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ نے جھٹ بائیں ہاتھ میں لے لیا، انھوں نے وہ بھی کاٹ دیا تو آپ نے کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے جان سے پیارے جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ ابن قمیۂ ملعون نے آخر آپ کو شہید کر دیا، وہ بدبخت غلط فہمی سے شور مچانے لگا **قتلت محمدا** (کہ میں نے حضور ﷺ کو شہید کر دیا ہے)

**حضرت علی مشکلکشا اور علم اسلام**: اب جھنڈا امرتضٰی مشکلکشا شیر خدا (کرم اللہ وجہہ) کو عنایت ہوا آپ اس وقت نعرہ لگاتے تھے **انا ابو القصم** (میں باطل کی پشت توڑنے والا ہوں)

کفار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ للکارا **هل من مبارز** (ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا) کسی نے جواب نہ دیا تو بولا اے محمد (ﷺ) کے صحابہ تمھارے نزدیک تمھارے مقتول جنت میں جاتے ہیں اور ہمارے دوزخ میں۔ لات کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر واقعی تمھارا یہی یقین ہوتا تو تم میں سے کوئی میرے مقابل آتا۔ شیر خدا (کرم اللہ وجہہ) نے اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے بجلی کی تیزی سے اس پر وار کیا۔ اس کی شرمگاہ ننگی ہو گئی لہٰذا دوسرا وار نہ کیا وہ کچھ دیر بعد اسی ایک وار کی تاب نہ لا کر جہنم واصل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کبش الکتیبہ کے مارے جانے پر خوشی سے تکبیر کہی مسلمانوں نے بھی اقتدا کی۔

طلحہ کے بعد جھنڈا اس کے بھائی ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھا لیا تو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار اس کے کندھوں کو کاٹتی، سینے کو چیرتی ہوئی پار نکل گئی۔ پھر اس کے بھائی ابو سعد نے جھنڈا تھام لیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے تیر نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر پہلے علمبردار کے بیٹے مسافع نے جھنڈا اٹھایا تو عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ کے تیر نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر طلحہ کے تیسرے بیٹے کلاب نے علم تھاما تو اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آن واحد میں قتل کر دیا۔ پھر طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس نے جھنڈا لہرایا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ارطاۃ بن شرحبیل علمبردار ہوا تو اسے حضرت سیدنا علی یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے فنا فی النار کیا۔ شریح بن قارظ نے جھنڈے کو تھاما تو وہ بھی جلد ہی قتل ہو گیا۔ پھر ابو زید اور پھر قاسط بن شرحبیل نے باری باری علمبرداری کی، ان دونوں کو قزمان نے ختم کر دیا۔ آخر میں صواب نامی حبشی غلام نے جھنڈا لیا مگر اسے بھی قزمان کے تیر نے موت کی نیند سلا دیا۔

**پانسہ پلٹ گیا**: اب کفار کے حوصلے پست ہو گئے بدحواس مرد اور عورتیں بھاگنے لگیں۔ یہ تھی جنگ کی پہلی صورت حال مسلمان مطمئن تھے کہ وہ کہاں واپس آئیں گے۔ تیر اندازوں کو بھی حضور ﷺ کا ارشاد یاد نہ رہا۔ ان کے امیر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ درہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید جو اس وقت کفار کے ایک کمانڈر تھے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ اپنے نو دس ساتھیوں سمیت مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اب انھیں مسلمانوں پر عقب سے حملہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ مسلمان اس اچانک مصیبت پر سراسیمہ ہو گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

(یہاں تفصیل سے جنگ کا پورا واقعہ سنانا مقصود نہیں بلکہ صرف چند اہم واقعات سنا کر اہل محبت کا ایمان تازہ کرنا مقصود ہے)

**شیر خدا اور سول امیر حمزہ** رضی اللہ عنہ: جنگ سے پہلے حضور ہادی کل ختم الرسل ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی تو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی

**والذی انزل علیک الکتب لا اطعم الیوم طعاما حتی اجالد هم بسیفی خارج المدینة**

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی، میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینے سے باہر نکل کر ان کے ساتھ جنگ آزمانہ ہو جاؤں۔

غزوہ بدر کی طرح غزوہ احد میں بھی سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے خوب داد شجاعت دی اور مشرکوں کے ہجوم میں گھس گھس کر انھیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ بہت سے مشرکوں کو فنافی النار کرنے کے بعد آپ کا سامنا سباع بن عبدالعزی الغبشانی سے ہوا تو للکار کر فرمایا **هلم الی یا ابن مقطعة البظور تحا د الله و رسوله** ﷺ (اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے، آمیرے مقابلے میں۔ تو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتا ہے) یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کر دیا اور آن واحد میں اسے ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ وحشی جو حبشی الاصل تھا جبیر بن مطعم کا (جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور جس کے چچے طعیمہ بن عدی کو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر میں قتل کیا تھا) کا غلام تھا۔ جبیر نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو تو تم آزاد۔ اسے حربہ (چھوٹا نیزہ) چلانے میں مہارت تھی۔ وحشی کو جنگ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی صرف اپنی آزادی سے مطلب تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی تاک میں لگا رہا۔ چنانچہ سباع بن عبدالعزیٰ قتل ہو گیا تو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی زرہ اتارنے کے لئے جھکے تو آپ کا پاؤں پھسلا اور پیٹ ننگا ہو گیا وحشی نے تاک کر نیزہ مارا جو ناف کے نیچے اندر گھسا اور پار نکل گیا۔ آپ نے غضبناک شیر کی طرح جھپٹنا چاہا لیکن اٹھ نہ سکے اور روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جنگ کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا 'ابھی جبریل علیہ السلام آئے ہیں انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں یہ شہرہ ہے۔ **حمزہ بن عبد المطلب اسد الله و اسد رسوله** یعنی حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا شیر ہے اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہے۔

پھر وحشی نے آپ کا شکم مبارک چاک کر کے کلیجہ ہندہ کو پیش کیا' اس نے چبانا چاہا مگر نگل نہ سکی۔ پھر اس عورت نے اپنے کپڑے اور زیورات اتار کر وحشی کو دیا اور مکہ پہنچ کر مزید دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ پھر اس عورت نے آپ کے اور دیگر شہدا کے کان ناک کاٹ کر انھیں پرو دیا اور کڑے' باز وبند اور پازیب کی صورت میں پہن کر مکہ میں داخل ہوئی۔

وحشی فتح مکہ کے بعد طائف چلا گیا۔ اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کیلئے جانے لگا تو مایوس ہو گیا اور یمن یا شام میں جانے کا ارادہ کرنے لگا۔ اسی پریشانی میں کسی نے بتایا کہ حضور پرنور ﷺ اسلام قبول کرنے والوں کو معاف فرما دیتے ہیں تو اس امید پر مدینہ منورہ حاضر ہو گیا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں اطلاع پہنچی تو فرمایا **دعـــوه** (اسے رہنے دو) ایک آدمی کا مشرف بہ اسلام ہونا مجھے ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا تو حضور ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سن کر صرف اتنا فرمایا

**ویحک غیب وجهک عنی فلا اراک**

تیری خیر ہو مجھ سے اپنا چہرہ چھپائے رکھنا کہ میں تجھے نہ دیکھوں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس نے نبوت کے جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا تو کہا کرتا تھا 'اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تو پھر سب سے شریر آدمی کو قتل کرنے کا شرف بھی تو حاصل کر لیا۔

**قتادہ کی آنکھ:** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ یوم احد جاتی رہیں۔ وہ فرماتے ہیں حضور پرنور ﷺ کے چہرہ انور کی حفاظت کرتے ہوئے میرے چہرے پر تیر لگا اور یہ آخری تیر تھا جو حضور ﷺ کی طرف پھینکا گیا یہی تیر میری آنکھ پر پڑا اور ڈھیلا حدقہ سے باہر آ گیا جسے میں نے ہاتھ پر لے لیا۔ جب حضور ﷺ نے میرے ہاتھ پر آنکھ کو دیکھا تو چشمان اقدس نم ہو گئیں اور دعا کی یاالہٰ العٰلمین قتادہ کی حفاظت فرما جیسا کہ اس نے تیرے نبی ﷺ کے چہرے کی حفاظت اپنے چہرے سے کی اور اس کی دونوں آنکھوں میں اسے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن کر دے۔ دوسری روایات کے مطابق اس آنکھ کو حضور ﷺ نے اس کی جگہ رکھ دیا اور وہ فوراً پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔

**حضرت ابوذر** رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو بھی احد کے دن تکلیف پہنچی تو حضور پرنور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیا' وہ دوسری سے بھی زیادہ صحیح ہو گئی (خصائص الکبریٰ)

**فرشتوں کا قتال:** حضور پرنور ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ عرض کیا میں نے انھیں پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔ ارشاد ہوا ان کے ساتھ فرشتے کافروں سے قتال کر

رہے ہیں۔ حارث عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کے پاس پلٹے تو ان کے پاس مشرکین کی لاشوں کو پڑا پایا سو کہنے لگے' اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ کو فتح دی کہ ان سب کو تم نے قتل کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (لاشوں کی طرف اشارہ کر کے) بولے' اس کو اور اس کو میں نے قتل کیا۔ باقی مقتولین کو جنھوں نے قتل کیا، میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا' سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے۔ (خصائص بحوالہ طبرانی)

اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب حضور پرنور ﷺ کے آگے بیٹھ کر تیر چلا رہے تھے، ایک جوان آپ کو تیر دیتا جاتا تھا اور کہتا تھا' اے ابو اسحاق! تیر چلاتے جاؤ' جنگ سے فارغ ہو کر اس جوان کو لوگوں نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا اور نہ کوئی اس کے بارے میں جان سکا۔ (خصائص)

**نبی اعظم کے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ:** حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے۔ انھوں نے بھی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ چنانچہ ایک مشرک میدان میں نکل کر کہنے لگا **ھل من مبارز** (کون ہے میرے مقابلے میں آنے والا) اس نے تیسری بار یہی چیلنج کیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ وہ مشرک اونٹ پر سوار تھا۔ آپ چھلانگ لگا کر اونٹ پر سوار ہو گئے اور لگے اس سے جنگ کرنے۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا' جو زمین پر گر جائے گا' مارا جائے گا' چنانچہ آپ کی ضرب سے وہ لڑھک کر نیچے آ رہا تو آپ نے اس کے اوپر چھلانگ لگا کر اس کا سر کاٹا اور پرے پھینک دیا۔ اس بے مثال جرات پر حضور ﷺ نے فرمایا' ہر نبی علیہ السلام کا ایک حواری ہوتا ہے' میرا حواری زبیر ہے' پھر فرمایا' زبیر اس کے مقابلے کے لئے میدان میں نہ نکلتے تو میں خود اس کی دعوت مبارزت قبول کر لیتا'۔

**حضور پرنور ﷺ کا اسوہ حسنہ:** حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سنئے

"کفار نے ہمارا قتل عام کر کے ہمیں بڑا دکھ پہنچایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اذیت پہنچائی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ دشمن کے سامنے کھڑے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا ایک گروہ حضور ﷺ کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا دشمن پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں پھیل جاتا ہے۔ میں بسا اوقات دیکھتا تو حضور ﷺ کھڑے ہو کر اپنی دونوں کمانوں سے تیر چلا رہے ہوتے یا پتھر پھینک رہے ہوتے۔ حتیٰ کہ دشمن آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور ﷺ اس طرح اس مقام پر ثابت قدم رہے گویا اکیلے نہیں بلکہ آس پاس طاقتور جوانوں کا ایک دستہ ہے۔ (بیہقی)

حضور سرور عالم ﷺ اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے رمت کی۔ حضور ﷺ پھر تیر برسانے لگے۔ حتیٰ کہ چلہ کئی جگہ سے لوٹ گیا۔ حضرت ابو طلحہ تیروں کو حضور ﷺ سے روکنے کے لئے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ کمان حضرت قتادہ بن نعمان نے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لی۔ کمان ٹوٹنے کے بعد حضور ﷺ نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

**پندرہ جان نثار:** اس روز حضور ﷺ کے اردگرد پندرہ جان نثار حلقہ باندھے کھڑے رہے۔ آٹھ مہاجرین: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم

سات انصار: حضرت خباب بن منذر، حضرت ابو دجانہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت حارث بن صمہ، حضرت سہل بن حنیف، حضرت سعد بن معاذ (یا شاید سعد بن عبادہ) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ان میں سے ہر ایک کا یہی نعرہ تھا

| | |
|---|---|
| **وجھی دون وجھک** | میرا چہرہ حضور ﷺ کے چہرے پر قربان |
| **ونفسی دون نفسک** | میری جان حضور ﷺ کی جان پر قربان |
| **ونحری دون نحرک** | میرا گلہ حضور ﷺ کے گلے پر قربان |
| **علیک الصلوۃ غیر مودع** | آپ پر سلامتی ہو' آپ ہمیشہ ہم میں بخیریت رہیں |

**مشرکوں کا محسن عالم ﷺ پر فیصلہ کن حملہ:** مشرکوں نے اس ناپاک ارادے کے ساتھ کہ نور خدا علیہ التحیۃ والثنا کو بجھا کر دم لیں گے ہلہ بول دیا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر مارے۔ ایک پتھر لگنے سے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت شہید ہو گئے یعنی ان کی جڑ تو

قائم رہی مگر ان کے اوپر کا حصہ الگ ہوگیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہوگیا۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ مجرم کی نشاندہی کے بعد تعاقب کر کے اس کا سر کاٹ کر اس کے گھوڑے سمیت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا

**رضی اللہ عنک ، رضی اللہ عنک**

ترجمہ: اللہ تجھ سے راضی ہو، اللہ تجھ سے راضی ہو۔

اس بدبخت عتبہ کی اولاد سے ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے (ضیاء النبی بحوالہ علامہ سہیلی)

عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے چہرہ مبارک پر زخم آیا اور ریش مبارک خون سے رنگین ہوگئی۔ یہ بعد میں مسلمان ہوگیا۔

ابن قمیہ نے تیر مارتے ہوئے کہا **خذ ھا و انا ابن قمئة** (یہ لو تیر اور میں ابن قمیہ ہوں)

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا **اقمئک اللہ** (اللہ تجھے ذلیل وخوار کرے)

چنانچہ کچھ عرصے بعد ایک جنگلی مینڈھے نے اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اسے سر سے دھکا مارا، لڑھکتا لڑھکتا نیچے آرہا، گوشت ریزہ ریزہ اور ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔

**حضرت طلحہ کی جانفشانی:** سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یوم احد کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے **ذلک الیوم کلہ لطلحة** (دن سارے کا سارا طلحہ کے حصے میں آیا) پھر تفصیل بیان فرماتے کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو ایک شخص ساتھ کھڑا حضور ﷺ کا دفاع کر رہا تھا۔ میں نے سوچا یہ طلحہ ہی ہو سکتا ہے۔ ان کا سارا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے زخم ستر سے بھی زیادہ تھے۔ سر کے زخموں سے بہت خون بہا اور آپ بے ہوش ہوگئے میں نے منہ پر پانی چھڑکا تو انھیں ہوش آگیا۔ سب سے پہلے پوچھا **فعل رسول اللہ** ﷺ (یعنی حضور ﷺ کا کیا حال ہے) ہم نے بتایا الحمدللہ حضور ﷺ بخیر وعافیت ہیں۔ بولے **الحمد للہ کل مصیبة بعد ہ جلل** (اللہ کا شکر ہے حضور ﷺ سلامت ہیں تو کوئی مصیبت حقیقت نہیں رکھتی ہے)

**حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سعادت:** میرے اور حضور ﷺ کے درمیان ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے رخسار مبارک سے خود دو گھسے ہوئے حلقے نکالنے کا ارادہ کیا تو ابوعبیدہ نے میری منت کی کہ یہ سعادت مجھے لینے دو۔ انھوں نے سمجھا کہ تکلیف نہ ہو۔ دانتوں سے حلقے نکالنے کی کوشش کی۔ حلقے تو نکل آئے مگر اپنے بھی سامنے والے اوپر نیچے کے دو دو دانت اس کوشش کی نذر ہوگئے۔ پھر بھی ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہی ہوا۔

**حضرت مالک کا ادب:** چہرہ اقدس سے جب خود کی دو کڑیاں نکالی گئیں تو خون کا فوارہ بہنے لگا۔ حضرت مالک بن سنان نے زخم پر منہ رکھ کر اسے چوسنا شروع کیا تو محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا

**من مس دمی دمہ لم تصبہ النا ر** (جس کا خون میرے خون کو چھوئے گا، اسے آگ نہیں چھوئے گی)

## عشق رسول ﷺ کے مزید مظاہر

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ مختلف مقامات پر داد شجاعت دیتے رہے۔ جب دیکھا کہ کفار نے اکٹھے ہو کر حضور پرنور ﷺ پر حملہ کر دیا ہے تو ڈھال بن کر آقا ومولا ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور سارے تیر اپنی پشت پر لیتے رہے، پیٹھ تیروں سے بھر گئی مگر ذرہ بھر آگے پیچھے نہ سرکے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حملہ آور کفار سے جو کھی لڑتے رہے۔ سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، بیس سے زیادہ کاری زخم لگے مگر پھر بھی ڈگمگائے نہیں۔ لنگڑے ہوگئے بلکہ یہ عشق کی یادگار عمر بھر قائم رہی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضور سید عالم ﷺ نے سامنے بٹھالیا۔ انھوں نے ایک ہزار تیر چلائے جب بھی تیر چلاتے تو کہتے **اللھم سھمک فارم بہ عدوک** (اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے، اسے دشمن کے سینے میں لگا) **اللھم استجب لسعد، اللھم سدد لسعد رمیتہ، ایھا سعد فداک ابی و امی** (اے اللہ سعد کی دعا قبول فرما، اے اللہ سعد کا تیر نشانے پر لگے واہ واہ سعد میرا باپ اور میری ماں تجھ پر فدا ہوں) آپ کے تیر ختم ہوگئے تو سلطان دوعالم ﷺ نے اپنے تیر نکال کر ان کے سامنے بکھیر دیئے۔

**ابی بن خلف کی ہلاکت:** غزوہ بدر میں خلف کے دونوں بیٹے شریک تھے۔ امیہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تو ابی جنگی قیدی بنا۔

حضور ﷺ نے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ اس بدبخت نے اس احسان کا یہ صلہ دیا کہ اپنے العود نامی قیمتی گھوڑے کو روزانہ آٹھ یا دس سیر مکئی کھلاتا اور اس پر سوار ہو کر حضور پر نور ﷺ کا نام پاک لے کر کہتا کہ انھیں قتل کروں گا۔ سرکار ﷺ نے سنا تو فرمایا **بل انا اقتله ان شاء الله تعالی** (بلکہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسے قتل کروں گا) احد کے دن اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالے گھوڑے کو رقص کراتا آیا تو مجاہدین نے اس کا راستہ روکنا چاہا۔ حضور جان شجاعت ﷺ نے فرمایا **دعوه وخلو طريقه** (اسے چھوڑ دو۔ اس کا راستہ خالی کر دو)

بدبخت سامنے آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا **یا کذاب' این تفر** (اے کذاب اب بھاگ کر کدھر جاتے ہو) پھر حارث بن صمہ سے چھوٹا نیزہ لیا اور جوش سے جھر جھری لی (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کی تاب نہ لا سکے) پھر اکیلے سامنے ہو کر گردن کے اس حصے میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان ننگا رہ گیا تھا۔ ظالم حواس باختہ ہو گیا، گھوڑے سے نیچے لڑھکنے لگا اور بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔ سر پیٹتا اور چلاتا ہوا قوم کے پاس پہنچا اور کہتا جاتا تھا **قتلني والله محمد** (مجھے واللہ محمد ﷺ نے قتل کر دیا) ۔ لوگوں نے کہا 'معمولی سی خراش ہے کہ آنکھ میں لگ جائے تو نقصان نہ دے' چیخ رہے ہو' کتنے بزدل ہو'۔ بولا 'لات و عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے، اگر ربیعہ اور مضر کے قبائل کو بھی لگ جاتی تو سب مر جاتے۔ پھر واپسی میں سرف یا بطن رابغ میں مر گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد بطن رابغ میں جا رہا تھا کہ آگ کی لو میرے سامنے اٹھی۔ میں اس سے ڈر گیا۔ یکا یک میں نے دیکھا ایک آدمی اس آگ سے نکلا اور وہ زنجیر میں تھا۔ زنجیر کو کھینچ رہا تھا اور پیاس کی فریاد کرتا تھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ ایک اور مرد کہہ رہا تھا 'اسے پانی نہ پلاؤ' یہ رسول اللہ ﷺ کا قتیل ابی بن خلف ہے۔ (کچھ ایسا ہی واقعہ ابو جہل کے بارے میں مذکور ہے)

**صحابہ کرام کا شوق شہادت:** حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما نے فیصلہ کیا ایک کونے میں نکل کر اپنی اپنی دعا کریں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں۔ پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی 'اے میرے رب! کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلے میں ایک طاقتور اور ماہر جنگجو کو بھیج، میں تیری رضا کے لئے اس سے لڑوں، جنگ کے بعد مجھے اس پر غلبہ دے تا کہ اسے قتل کر کے اس کے لباس، زرہ اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ پھر حضرت عبداللہ نے دعا کی 'الٰہی! میرے مقابلے میں ایسے کافر کو بھیج جو قوی اور جنگ میں ماہر ہو۔ میں تیری رضا کیلئے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں تو وہ میری ناک اور کان کاٹ دے۔ قیامت کے دن تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو تو فرمائے **یا عبدی فیم جدع انفک و اذنک** (اے میرے بندے کس جرم میں تیری ناک، کان کاٹے گئے) تو میں عرض کروں **فیک و فی رسولک** (تیری اور تیرے رسول ﷺ کی محبت میں)

دونوں دعائیں قبول ہوئیں مگر بعد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ کی دعا میری دعا سے بدرجہا بہتر تھی۔ حضرت عبد اللہ اور آپ کے ماموں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

**کھجور کی شاخ تلوار بن گئی:** جنگ میں حضرت عبداللہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی۔ اب وہ شمشیر جوہر دار تھی جس نے خوب جوہر دکھائے۔ اس کا نام 'العرجون' رکھا گیا جو نسلاً بعد نسل تبرک کے طور پر منتقل ہوتی گئی۔ غزوہ بدر میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایسی ہی 'تلوار' ملی تھی' اس کا نام 'العون' رکھا گیا۔

ابو سعد خیثمہ بن ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے احد کے دن عرض کیا حضور! غزوہ بدر میں بھی شرکت نصیب نہیں ہوئی کیونکہ باپ بیٹے میں قرعہ اندازی ہوئی تو نام بیٹے کا نکل آیا۔ کل رات میں نے اپنے اسی شہید بیٹے کو دیکھا تو وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سیر کر رہا تھا، اس نے مجھے کہا **الحق بنا ترافقنافي الجنة وقد وجدت ما وعدنی ربی حقاً** (ابا جان! آ جاؤ جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا) میں اس کے پاس پہنچنے کے لئے سخت بے تاب ہوں، دعا فرمائیے، شہادت نصیب ہو۔ چنانچہ ان کی مراد پوری ہوئی۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ لنگڑے تھے۔ آپ کے چاروں بہادر بیٹے خلاد، معوذ، معاذ اور ابوایمن رضی اللہ عنہم ہر جنگ میں حضور ﷺ کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ باپ نے جہاد کا ارادہ کیا تو بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں۔ انھوں نے یہ ماجرا حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور عرض کی میں چاہتا ہوں جنت کی سرزمین میں لنگڑاتا ہوا چلوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم پر جہاد لازم نہیں مگر ان کے شوق شہادت کے پیش نظر پھر اجازت مرحمت فرما دی۔ گھر سے نکلتے ہوئے انھوں نے دعا مانگی **اللهم لا تر دنی الی اهلی خا ئبا** (الٰہی مجھے نامراد اپنے گھر والوں کے پاس نہ لوٹانا) چنانچہ ان کی مراد بھی پوری ہو گئی۔

**حضرت حنظلہ** رضی اللہ عنہ اسلام کے بدترین دشمن ابو عامر فاسق (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے بیٹے حضور ﷺ کے عاشق صادق تھے۔ جب ابتدا میں کفار کے پاؤں اکھڑنے لگے تو انھوں نے سالار لشکر ابوسفیان پر وار کیا جو اس کے گھوڑے کو لگا وہ زمین پر ابوسفیان سمیت گر پڑا۔ اسود بن شداد نے اپنے نیزے سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جو جسم مبارک کو چیر کر پار نکل گیا اور اس کے دوسرے وار میں شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ذکر ہوا تو فرمایا' میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں فرشتے انھیں غسل دے رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضور پرنور ﷺ کے ارشاد پر ان کے گھر سے پتا کیا تو ان کی عفت شعار زوجہ جمیلہ نے جو عبداللہ بن ابی کی بہن تھی بتایا کہ یہ شب زفاف تھی اور ان پر غسل جنابت فرض تھا۔ جہاد کا اعلان ہوا تو تعمیل ارشاد کی جلدی میں غسل بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ انھیں غسیل الملئکہ کا لقب دیا گیا۔ جو بیٹا ہوا اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ یزید کے خلاف اہل مدینہ اٹھ کھڑے ہوئے تو یہی عبداللہ ان کے کمانددار تھے۔

**حسیل اور ثابت بن وقش** رضی اللہ عنہما دونوں عمر رسیدہ تھے۔ حضور ﷺ انھیں مسلم خواتین اور بچوں کے ساتھ چھوڑ آئے تھے۔ ایک دن دونوں نے صلاح کی کہ زندگی کے دن تھوڑے ہیں کیوں نہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں شاید شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ میدان میں آ کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے شہید کیا اور حضرت حسیل کو دشمن کا آدمی سمجھ کر مسلمانوں نے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پکارے میرا باپ، میرا باپ مگر کام تمام ہو چکا تھا۔ قاتلوں نے کہا ہم نے پہچانا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عذر قبول کیا اور دیت بھی معاف کر دی

**اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش** رضی اللہ عنہ انصار میں سے تھے مگر اسلام کے سخت منکر۔ حضور ﷺ غزوہ احد میں تشریف لے گئے تو اچانک ان کا دل روشن ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ تلوار' نیزہ' زرہ اور خود سے آراستہ گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں پہنچے۔ مسلمانوں نے اپنے پاس دیکھا تو چلے جانے کو کہا مگر انھوں نے قبول اسلام کا ذکر کیا۔ آخر زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے اور کچھ دیر بعد وصال فرما گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **انه من اهل الجنة** یعنی اصیرم اہل جنت میں سے ہے۔

**مخیّریق النضری الاسرائیلی** یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور تورات کی بیان کردہ نشانیوں کی بنا پر حضور ﷺ کو خوب پہچانتے تھے مگر آبائی دین سے محبت تھی لہذا حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے۔ ہفتے کے دن رحمت حق نے توجہ فرمائی اور اچانک دل روشن ہو گیا۔ یہود سے کہا، محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدد فرض ہے۔ انھوں نے کہا یوم السبت (ہفتے کا دن) ہے۔ بولے یہ سب افسانے ہیں۔ میں تو جاتا ہوں۔ گھر والوں سے کہا' لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا۔ چنانچہ میدان میں آ کر گھمسان کے رن میں گھسے اور شہید ہو گئے۔

سرور عالم ﷺ نے فرمایا **مخیریق خیر یهود** (تمام یہودیوں میں بہتر مخیّریق ہے)

**قزمان ایک انصاری** قبلہ بنی ظفر کا حلیف تھا۔ اس نے جنگ میں بڑی بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کا ذکر ہوا تو فرمایا **انه من اهل النار** (یہ دوزخیوں میں سے ہے) حالانکہ صف بندی کے وقت یہ اگلی صف میں کھڑا ہو گیا تھا اور سب سے پہلا تیر بھی مسلمانوں کی طرف سے اسی نے چلایا تھا۔ سات بڑے بڑے کافر مارنے کے بعد زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اس کی بہادری سے خوش ہو کر فرمایا تمھیں شہادت مبارک ہو۔ بولا' میں اسلام کے لئے نہیں بلکہ قومی غیرت کیلئے جان دے رہا ہوں' کہتے ہیں مجاہدین کی روانگی کے بعد یہ رہ گیا تو عورتوں نے بڑی عار دلائی تھی لہذا یہ شریک جنگ ہوا۔ زخمی حالت میں اسے واپس بنی ظفر میں لے جایا گیا تو درد کی شدت کی بنا پر اس نے خودکشی کر لی۔

حضور ﷺ نے فرمایا **ان الله یو ید هذا الدین بالر جل الفاجر** (اللہ تو اس دین کی مدد فسق و فجور والے آدمی سے بھی کرا دیتا ہے)

**حضرت انس بن نضر** رضی اللہ عنہ خادم بارگاہ رسالت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا جنگ بدر میں شرک نہ ہو سکنے کی بنا پر پریشان تھے۔ احد میں شریک ہوئے۔ اچانک ادھر سے گزرے جہاں مہاجر اور انصار مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ ان کے پوچھنے پر بولے حضور ﷺ شہید ہو گئے۔ انس بولے تم حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اٹھو اور جس مقصد کے لئے حضور ﷺ نے شہادت اختیار کی تم بھی کرو۔ پھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملے اور دونوں کفار کی صفوں میں گھس گئے اور بار بار کہتے تھے' واہ وا مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے' نضر کے پروردگار کی قسم! میں جنت کی مہک جبل احد کی طرف سے محسوس کر رہا ہوں۔ آخر کار شہادت سے سرفراز ہوئے۔ کہتے ہیں تلواروں' تیروں اور نیزوں کی اسی سے زیادہ ضربیں ان کے جسم پر لگی ہوئی تھیں۔ مشرکین نے ان کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ آخر ان کی بہن نے انگلی کے ایک پورے پائل کے نشان سے انھیں پہچانا۔

**عباس بن عبادہ، خارجہ بن زید اور اوس بن ارقم** رضی اللہ عنہم بھی مسلمان بھائیوں کو پکارتے ہوئے میدان جہاد میں نکلے۔ حضرت عباس

فرمارہے تھے' اے اہل ایمان' اللہ تعالیٰ اور اپنے نبی کی اطاعت کرو۔ یہ مصیبت جو تمہیں پہنچی ہے اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی سے پہنچی ہے۔ انھوں نے تم سے وعدہ نصرت بشرط صبر فرمایا تھا' پھر تینوں دشمن کی صفوں میں گھس گئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ ما عذرنا عند ربنا ، ان اصیب رسول اللہ ﷺ ومنا عین تطرف (اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو اور پھر حضور ﷺ کو تکلیف پہنچے تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے ) پھر تینوں شیر کفر کے زرہ پوشوں سے ٹکرا گئے اور شہید ہو گئے۔

حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ تیرہ گہرے زخم لگے نزع کے عالم میں تھے کہ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو انھوں نے کہا' کیا آپ نے سنا نہیں حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے' اب مرنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا اگر اللہ کے رسول ﷺ کو شہید کر دیا گیا تو بیشک اللہ زندہ جاوید ہے اور اسے موت نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے دین پہنچا دیا۔ اب اس دین کے لئے جہاد کرو۔

یہی بات حضرت مالک نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما سے کی جنہیں بارہ کاری زخم لگے تھے۔ انھوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا اعزاز، جب جنگ میں یہ تاثر عام ہو گیا کہ حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے بلکہ الخصائص الکبریٰ کی ایک روایت کے مطابق مشرکوں کے سات یا نو علمبردار مارے گئے تو خود شیطان لعین چیخا۔ قتل محمد (محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا)

چنانچہ اکثر و بیشتر لوگوں نے سچ مانا اور اس سے کافروں کے حوصلے بڑھ گئے جب کہ وقتی طور پر اہل ایمان مایوس و حسرت زدہ ہو گئے۔

حضور ﷺ کی تلاش جاری تھی تو سب سے پہلے حضور پرنور ﷺ کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے پہچان کر بلند آواز سے اعلان کیا

**یا معشر المسلمین ابشروا هذا رسول الله ﷺ** اے فرزندان اسلام! مبارک ہو، یہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ

چنانچہ پھر کفار کے حملوں میں شدت آ گئی۔ ادھر پروانہ ہائے شمع رسالت نے جاں نثاریوں کے نئے ریکارڈ قائم کئے۔ خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیس سے زیادہ ضربیں آئیں۔ وہ سب جنھیں یوں زخم پر زخم آ رہے تھے، خوش تھے انھیں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی خراش تک نہیں آئی۔ حضور ﷺ اپنے جان نثاروں کے ساتھ گھاٹی کی بلندی کی طرف تشریف لے گئے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اعظم، سیدنا علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، حارث بن صمہ نیز کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین

مشرکین کی فوج کا ایک سوار دستہ بھی سامنے والی چوٹی پر چڑھ آیا تو حضور ﷺ نے دعا کی

''اے اللہ! تیرے سوا ہمارے پاس کوئی قوت نہیں اور ان لوگوں کے سوا کوئی اس شہر میں تیری عبادت نہیں کرتا۔ پس تو انھیں ہلاک نہ کرنا یا اللہ، مشرکین کے اس دستے کو اوپر چڑھنے کی ہمت نہ دے۔''

چنانچہ حضرت فاروق اعظم اور بعض دوسرے تیر اندازوں نے تیروں کی ایسی بارش کی کہ کافر جگہ خالی کرنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس چوٹی پر بھی قبضہ کر لیا۔

**کچھ اور عشاق جانباز:** حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ڈیرا جمائیں تاکہ مجاہدین کی کارروائیوں کا جائزہ بھی لیا جائے اور مسلمان اپنے آقا و مولا کو دیکھ لینے کے بعد اکٹھے ہو جائیں۔ پھر یکبارگی کفار پر حملہ کیا جائے۔ اس وقت گیارہ انصاری اور ایک مہاجر حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم ساتھ تھے۔ مشرکین نے بھی اوپر چڑھتے دیکھا تو فیصلہ کن حملہ کرنے کیلئے ادھر بھاگے۔ ایک ایک کر کے یہ انصاری حضرات انھیں روکنے کی کوشش کرتے رہے اور شہید ہوتے گئے۔ آخر جان نثاروں میں سے صرف حضرت طلحہ رہ گئے (رضی اللہ عنہم) جتنی مزاحمت ان گیارہ نے کی تھی اتنی اکیلے حضرت طلحہ نے کی (رضی اللہ عنہم) اور کفار کو ایک انچ بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ حتیٰ کہ انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا ان سب کو حضور ﷺ نے اپنا رفیق جنت ہونے کی خوشخبری سے نوازا۔

یونہی ایک دوسرے موقع پر کفار نے حضور کو گھیرے میں لے لیا تو زیاد بن شکن یا ان کے بھتیجے عمارہ بن یزید بن شکن نے دشمن کے گھیرے کو توڑا مگر خود بھی زخموں سے سے چور چور ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اد نوه منی (اسے میرے پاس لاؤ) چنانچہ انھوں نے محبوب خدا ﷺ کے قدموں پر اپنا رخسار رکھا اور خوش خوش منزل عقبیٰ کی راہ لی۔

مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے ورنہ اس میں اور بھی کچھ پہلو قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً خواتین کا جذبہ ایمان اور میدان احد میں ان کی کارکردگی نیز محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے مقابلے میں کسی عزیز سے عزیز رشتہ دار کی پروانہ کرنا اور ساری متاع حیات حضور پر نور ﷺ پر قربان کرنے کا جذبہ۔ خدا نے توفیق دی تو پھر کبھی سہی۔ اب یہاں ذیل میں صرف ایک دو عنوان دیئے جاتے ہیں

**مزارات شہدا کی زیارت:** حضور پرنور ﷺ بنفس نفیس اور پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مزارات شہدا پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ شہدا (رضی اللہ عنہم) کے پاس تشریف لیجاتے اور گھاٹی کے نچلے دہانے پر پہنچ کر فرماتے

**السلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ثم کا ن ابو بکر رضی الله عنه بعد النبی ﷺ یفعله ثم کا ن عمر رضی الله عنه بعد ابی بکر یفعله و کا ن عثما ن رضی الله عنه بعد عمر یفعل ذلک** (دلائل النبوۃ از علامہ بیہقی)

ترجمہ: تم پر سلامتی ہو۔ اس صبر کی وجہ سے جو تم نے کیا پس تمھارا آنے والا گھر کیا ہی خوب ہے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر پھر ان کے بعد حضرت عمر پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ایسا ہی کرتے تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ذکر اس لئے نہیں آیا کہ انھوں نے مرکز خلافت کوفہ کو بنالیا تھا۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ کی دوسری روایات کے مطابق اور بھی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سنت پر عمل پیرا تھے مثلاً ام المومنین حضرت ام سلمہ سیدۃ النساء حضرت خاتون جنت (جو پردہ فرمالیتیں) حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، ابو سعید خدری وغیرہم اجمعین رضی اللہ عنہم

**حیات شہدا:** حیات شہدا کے سلسلے میں قرآن پاک فرماتا ہے

**ولا تقولو ا لمن یقتل فی سبیل الله امو ات بل احیاء ولکن لا تشعرون**o (البقرہ۔۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں

یہاں شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت ہے تو دوسری آیت بھی ملاحظہ ہو

**ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یر زقون**o (آل عمران۔۱۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔

دیکھا آپ نے دوسری آیت میں کہا تو کجا انھیں مردہ خیال کرنے کی بھی ممانعت ہے۔

اب سنئے بعض خصوصی روایات (جو شہدائے احد سے متعلق ہیں)

عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابن فروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں

**ان النبی ﷺ زار قبور شهدا ء احد فقال اللهم ان عبد ک و نبیک یشهد ان هولا ء شهد اء وانه من زار هم اوسلم علیهم الی یوم القیمة ردوا علیه**

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو دعا فرمائی، اے اللہ تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہدا ہیں اور جو لوگ قیامت تک ان کی زیارت کریں گے یا انھیں سلام عرض کریں گے، یہ انھیں جواب دیتے رہیں گے

اسی لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہاں آتے تو اپنے ساتھیوں سے فرماتے **الا تسلمون علی قوم یردو ن علیکم السلام** (کیا تم ان لوگوں کو سلام نہیں کہتے جو اس کا جواب دیتے ہیں) چنانچہ اسی دلائل النبوۃ میں بھی کئی ایسے واقعات ہیں کہ کسی نے سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے سلام عرض کیا تو انھوں نے جواب دیا اور لوگوں نے سنا۔

صاحب تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

**ان اللـه تعالیٰ یعطی باروحهم قوة الا جسادفیذ هبون من الا رض والسماء و الجنة حیث یشا ء و ن و ینصر ون اولیا ء هم ویدمر ون اعد ائهم ان شاء الله تعالی**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان (یعنی شہیدوں) کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے۔ وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں، اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں انشاء اللہ۔ اب یہاں خود حضور پرنور ہادی اعظم رسول معظم ﷺ کا مشاہدہ جو شہداء احد کے متعلق ہے، پیش کیا جاتا ہے

’’وقال علیه الصلوۃ والسلام لما اصیب اخو انکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجو اف طیر خضر ترد انھارا الجنۃ.........وانزل اللہ علی رسو لہ ھذہ الایا ت ولا تحسبن الذین ..................

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں نے میدان احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کیلئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں پھر سونے کی ان قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرش الٰہی کے ساتھ آویزاں ہیں۔ جب وہ اپنے کھانے پینے کی لطافت محسوس کرتے ہیں اور اپنی خوابگاہوں کی راحت اور نرم و گداز ہونے سے لطف اندوز ہوتے ہی ہیں تو کہتے ہیں کہ کاش ہمارے بھائی بھی جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے تا کہ وہ جہاد سے دست بردار نہ ہوں اور راہ حق میں جہاد کرنے سے پہلوتہی نہ کرنے لگیں۔ ان کی آرزو کو سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں تمہاری طرف سے انھیں یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں **ولا تحسبن الذین** (مسلم وابوداؤد)

**شہیدوں کے بدن زندہ، کفن سلامت:** اب یہاں 'الخصائص الکبریٰ' کی بعض روایات کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ بعض کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ احد سے تقریباً چالیس سال بعد شہداء احد کو ایک نہر کی کھدائی کے وقت منتقل کیا گیا تو دیکھنے والوں نے کیا دیکھا

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کے والد ماجد کو قبر سے نکالا گیا تو وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے دفن کئے گئے تھے (بیہقی)

۲۔ انھیں سے ایک اور روایت کے مطابق اس وقت بعض شہیدوں کو قبروں سے نکالا گیا تو سب کا وہی حال تھا جو دفن کے وقت تھا۔ نرمی سے ان کے اعضاذی روح اجسام کی طرح مڑ رہے تھے (ابن سعد، بیہقی، ابونعیم)

۳۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر کھدائی کے دوران کدال پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا (بیہقی)

۴۔ حضرت جابر کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اس حال میں پایا گیا کہ ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا۔ ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خون جاری ہو گیا پھر رکھا گیا تو خون ٹھہر گیا (بیہقی بطریق واقدی)

۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی موقعے پر فرمایا کہ جب شہدا کا یوں مشاہدہ ہو چکا تو ان کی زندگی کے انکار کی کسے مجال ہو سکتی ہے۔

۶۔ ایک روایت کے مطابق قبروں کو کھودا گیا تو مٹی سے کستوری کی طرح کی ایک لطیف خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔

۷۔ عطاف کے بقول ان کی خالہ نے ان سے فرمایا' میں نے شہدائے احد کے مقابر کی زیارت کی۔ میرے ساتھ صرف دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے شہداء کو سلام کیا اور سلام کا جواب سنا۔ پھر آواز آئی ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو۔ اس کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں لوٹ آئی۔

۸۔ فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی اور کہا ' **السلام علیکم یا عم رسول اللہ**' پھر اس کا جواب سنا ' **و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و بر کاتہ** (بیہقی، واقدی)

۹۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں ’’میں اپنا بن والا مال لینے گیا تو وہیں رات ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہرا۔ قبر سے قرات کی ایسی آواز آرہی تھی کہ اس سے اچھی قرات میں نے نہیں سنی تھی۔ حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا' وہ عبداللہ ہی تھے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھتا ہے' پھر ان کو جنت کے وسط میں لٹکا دیتا ہے۔ رات بھر کے لئے ان کی روحیں اپنے جسموں کے پاس آتی ہیں اور فجر تک یہاں رہ کر پھر اپنے مقامات پر واپس ہو جاتی ہیں‘‘ (ابن مندہ)

**ایک ضروری احتیاط:** یہ دور مادر پدر آزادی کا دور ہے اور بعض لوگ بڑی بیباکی سے اللہ کے محبوبوں کے بارے میں جو منہ میں آتا ہے، کہہ جاتے ہیں۔ یہ انتہائی بدقسمتی کی علامت ہے۔ مجددین و مجتہدین تو ایک طرف ان کی زبان درازی عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ

عنہم کے نہایت اہم تقاضوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھتی بلکہ ایسے لوگ بعض دفعہ مزید کھل جاتے ہیں اور اللہ کے پاک و معصوم انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ذات مقدسہ پر بھی معاذ اللہ عامیانہ وغیر متین تبصرے کرنے سے نہیں رکتے

اس قسم کے بدقسمت و بے ادب لوگوں کیلئے غزوہ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل بھی پسندیدہ موضوع ہے اور جو اس دن کے واقعات میں حکمتیں ہیں ان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ وہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شدید جذبہ قربانی اور شوق شہادت سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور میدان احد میں جس صبر و سکون سے وہ تیر پر تیر کھاتے رہے اور جس کیف و مستی سے وہ اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں جان کا نذرانہ پیش کرتے رہے ہیں، اس سے بھی انہیں سروکار نہیں۔ ان کے سامنے صرف ایک دو پہلو ہوتے ہیں

۱۔ جب حضور پرنور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کے اندر رہ کر کفار کا مقابلہ کرنے کو بہتر سمجھا تھا تو دوسروں نے اس کے خلاف کیوں رائے دی۔

۲۔ جنہیں درہ پر کھڑا رہنے اور کسی صورت بھی یہاں سے نہ سرکنے کی ہدایت تھی وہ مال غنیمت کیلئے کیوں بھاگے۔

۳۔ جب حضور پرنور علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو انھوں نے معاذ اللہ راہ فرار کیوں اختیار کی۔

**جوابات:** حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے ذریعے بعد کے غلاموں کو مشاورت کی تربیت بھی دیا کرتے تھے اور یوں حکمرانوں نیز رہنماؤں کو عوام کی رائے کا احترام بھی سکھاتے تھے۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ کا حامل وحی بلکہ امام المرسلین علیہم الصلوۃ والسلام ہو کر بھی اپنے غلاموں کی ایسی حوصلہ افزائی انہیں کے شایان شان تھی، بادشاہوں کے ہاں پہلے دن سے زبانوں پر پہرے لگے رہتے تھے حتیٰ کہ نوشیرواں جسے 'عادل' کا لقب دیا گیا' کے دربار میں کوئی بادشاہ کی رائے کے خلاف بات نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ کے حبیب کریم علیہ التحیۃ والثنا غلاموں کو حریت فکر کی دولت عظمیٰ عطا فرمانا چاہتے تھے چنانچہ حضور پرنور سیدنا رحمۃ للعلمین علیہ السلام نے دنیا کو جھوٹی بادشاہت اور سچی حکومت میں جو فرق ہے، سکھانے کیلئے یہیں نہیں، بلکہ ہر مقام پر انہیں کھل کے مشورے دینے کا حوصلہ بخشا۔ پھر آپ گزشتہ اوراق دیکھیں صحابہ کرام میں معذور بیمار اور کمسن حضرات بھی شوق شہادت سے سرشار تھے بلکہ بڑی بیتابی سے اس اعزاز کے منتظر تھے۔

بقول بیدم وارثی علیہ الرحمہ

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے تیرے کوچے میں ہے جو جاناں کفن بردوش ہے

بلکہ غزوہ احد کے تناظر میں دیکھیں تو پہلا مصرع یوں ہونا چاہئے۔

ایک بیدم ہی نہیں بیتاب مرنے کیلئے

بظاہر مدینہ منورہ کے اندر رہ کر شاید ایسی صورت نہ بنتی۔ حضور پرنور علیہ السلام ان کے خلوص عشق اور جذبہ سپاری سے آگاہ تھے لہذا انہیں مایوس کرنا شان رحمت کے خلاف تھا بالفاظ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

پھر عشق خدا اور سول علیہ الصلوۃ والسلام کے جو مظاہر غزوہ احد میں منظر عام پر آئے ہیں۔ رہتی دنیا تک اہل وفا کے لئے روشنی کا مینار بن گئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی یہ ولولہ انگیز داستانیں گویا ملت کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔

رہ گیا فتح و شکست کا مسئلہ تو مرد مومن کا ایک مخصوص نقطہ نظر ہوتا ہے جسے دنیا والے نہیں سمجھ سکتے۔ عشق کے بندے 'پراسرار' ہوتے ہیں اور عقل والوں کی فہم و دانش سے ماورا۔ (گذشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی 'دعا' کا پھر مطالعہ کر لیں اور دیکھ لیں کہ وہ فلسفی کی عقل فلک پیما سے کتنے اونچے نکل گئے ہیں) حضرت اقبال نے عشق اور عقل کا جو فرق بتایا ہے' کاش اسے پیش نظر رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شوق شہادت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ صرف چند شعر ملاحظہ ہوں

مومن از عشق است و عشق از مومن است عشق را ناممکن ماممکن است
عشق در پیچاک اسباب و علل!! عشق چوگاں باز میدان عمل!
عقل را سرمایہ از بیم و شک است عشق را عزم و یقیں لاینفک است

آں کند تعمیر تا ویراں کند !! این کند ویراں کہ آباداں کند
عقل محکم از لباس چون و چند ! عشق عریاں از لباس چون و چند
عقل می گوید کہ خودرا پیش کن ! عشق گوید امتحان خویش کن
عقل گوید شاد شو آباد شو عشق گوید بندہ شو آزاد شو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی 'عشق' کے علمبردار تھے اور غزوہ احدان کے عشق کا مظہر کامل۔
پھر کیا یہ بات آپ بھول گئے کہ حضور پرنور ﷺ پہلے ہی ایک خواب کی تعبیر بیان فرماتے ہوئے جنگ کا حال اور انجام بیان فرما چکے تھے' یہ گویا تقدیر کا فیصلہ تھا۔ جیسے اللہ کے حبیب مکرم ﷺ نے بدر کے میدان میں جنگ سے پہلے بعض کافر سرداروں کے مرنے کے ٹھکانوں کی نشاندہی فرمادی تھی اور یونہی غزوہ احد سے پہلے اس کا عمومی نقشہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دکھادیا تھا لہذا یہ ہو کر رہنا تھا کیونکہ نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) کی صداقت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا۔ پھر اس حقیقت کو بھی سامنے رکھئے کہ مومن کی ترقی و عظمت کے دو اہم راز یا پر ہیں 'صبر اور شکر۔
حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں

**عجبا لا مر المومن ان امر ہ کله له خیر و لیس ذالک لا حد الا للمومن ان اصابته سر اء شکر فکا ن خیر اله ، وان اصابته ضر اء صبر فکان خیرا له** (مسلم)

ترجمہ: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا معاملہ اس کیلئے اچھا ہی اچھا ہے اور یہ شان اس کے سوا کسی کی نہیں۔ اگر اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے سو وہ بھی اس کے لئے اچھا اور اگر تنگی و ترشی ہو تو وہ صبر کرتا ہے سو یہ بھی اس کے لئے اچھا

**ایک اور ارشاد عالی ہے: ما اعطی احد عطا ء ھو خیر و اوسع من الصبر** (بخاری ومسلم)

ترجمہ: یعنی کسی شخص کو صبر سے بہتر اور زیادہ وسیع نعمت نہیں دی گئی

'صبر و شکر کا مقام دیکھ لیا، غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شکر کا جو ایمان افروز مظاہرہ کیا وہ بھی رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے سبق آموز ہے اور یونہی غزوہ احد میں صبر کے مظاہر بھی لاجواب۔ بدن زخموں سے چور چور ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، بازو شل ہو رہے ہیں، خون بہہ رہا ہے مگر قربان جائیں اس جذبہ جاں سپاری کے کہ محبوب اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے گرد اگرد دیوار بن کے کھڑے ہیں۔ آخری دم ہیں اور پھر پوچھ رہے ہیں اللہ کے حبیب مکرم ﷺ کا کیا حال ہے، روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی ہے اور قوم کو وفا و استقامت کی تلقین کر رہے ہیں۔ حق یہ ہے کہ چشم فلک نے ایسا منظر اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ چنانچہ ضروری تھا کہ کائنات کے سب سے بڑے انقلابی قائد ﷺ نے جس قسم کے 'پراسرار بندے' عشق و ایمان کی بھٹی میں ڈال کر کندن بنائے تھے' رہتی دنیا تک اسلام کی حقانیت کا اعلان کرتے رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے دن سے یہ سلسلہ جاری رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی افواج کو کبھی عارضی شکست اور پھر مکمل فتح میسر آتی ہے۔ اور نبی آخر الزماں علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ قیامت تک کے لئے نوع انسانی کیلئے 'اسوہ حسنہ' بن کر تشریف لائے تھے لہذا صبر و شکر کے روشن ترین مظاہر کی ضرورت تھی۔
چنانچہ چند سال بعد جب حضور پرنور ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کی غرض سے نامہ ہائے مبارک بھیجے تو اس وقت قیصر روم اور ابو سفیان کی جو بصیرت افروز گفتگو ہوئی، اس میں سے ایک سوال و جواب تبصرہ سمیت یوں تھا۔

ہرقل نے پوچھا: **فھل قا تلتمو ہ ؟** (سو تم نے اس شخصیت سے کبھی جنگ کی ہے)

**ابوسفیان بولا: نعم** (ہاں)

**ہرقل: فکیف کا ن قتاله ایا ہ** (تو جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟)

**ابوسفیان: الحر ب بیننا و بینه سجا ل ینال منا و ننال منه** (جنگ ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح ہے کبھی ان کے ہاتھ میں اور کبھی ہمارے ہاتھ میں یعنی کبھی وہ فتح پاتے ہیں کبھی ہم)

یہاں تک کے الفاظ بخاری کے ہیں، یہاں باقی سوال و جواب پر ہرقل کا تبصرہ موجود ہے مگر اس لڑائی والے سوال پر نہیں) لہذا درج ذیل تبصرہ کی

دوسری روایت ہے جواسی واقعے کے متعلق بخاری کتاب الجہادوالسیر میں ہے)

ہرقل: **کذلک الرسل تبتلی و تکون لھا العاقبۃ** (رسولوں کی اسی طرح آزمائش ہوتی رہی ہے لیکن آخر میں وہی کامیاب ہوتے ہیں)

اب آیئے سوال نمبر۲اور نمبر۳ کی طرف اوپر کی تحریر سے بات بہت حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ مخصوص حکمتوں کے پیش نظر شکست کی ایک عارضی سی صورت پیدا ہونی ضروری تھی۔ چنانچہ درے پر پہرے دینے والے حضرات جب غنیمت 'غنیمت' کا شور سنا تو اکثریت کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے کس تاکید سے یہاں جمے رہنے کا حکم دیا تھا۔ وہ معاذ اللہ بدنیتی سے نہیں بلکہ غلط فہمی کی بنا پر تعمیل ارشاد میں قاصر رہے اور جو کچھ حضور پرنور ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا، ہو کے رہا۔ پھر اس میں حکمت بھی تھی کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے لئے یہ واقعہ تازیانہ عبرت بن سکے۔ یعنی حسن نیت سے بھی تعمیل ارشاد میں اگر کوتاہی ہو جائے تو لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اور واضح ترین فتح شکست میں تبدیل ہو جاتی ہے، اگر بدنیتی سے حضور پرنور ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کی جائے تو پھر نتیجہ کیا ہوگا۔ آج اپنے ملک کا نقشہ دیکھیں، ہمارے حکمرانوں کو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا ذرہ بھر خوف یا شرم نہیں خود ناچتے ہیں اور قوم کو نچا رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ خود ذلیل ہیں اور قوم کو ذلیل کر رہے ہیں، امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور بھارت کے سامنے بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں اور مسلمان رعایا کے سامنے شیر ہیں۔ زلزلہ ہاں ہاں ایسا ہولناک زلزلہ جو شاید صدیوں کے بعد آتا ہے پاکستان کے طول وعرض ہلا کے رکھ گیا مگر حکمرانوں کو توبہ کی توفیق پھر بھی نہیں ہوئی، بہرحال درے والوں کی غفلت دنیا کے لئے آئینہ عبرت بن گئی۔

اسی طرح میدان جنگ میں جب شیطان چیخا کہ حضور ﷺ کو شہید کر دیا گیا تو بعض عشاق پہلے سے بھی زیادہ بہادری سے لڑنے لگے، بعض افسردہ ہو کر بیٹھ گئے اور بعض حواس باختہ ہو گئے۔ ان میں سے کوئی ایک دوڑا تو دوسروں نے بھی اس حواس باختگی میں اس کی اقتدا کی۔ یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر نہیں ہوا بلکہ انتہائی پریشانی میں ہوا اس لئے اللہ کریم نے چھوڑنے کی اور یوں بھاگنے والوں کی خطا بھی معاف فرما دی۔ چنانچہ جن آیات کریمہ میں غزوہ احد کا ذکر ہے ان میں دوبار معافی کا ذکر ہوا

آل عمران کی آیت نمبر۱۵۲ میں درہ والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا **ولقد عفا عنکم** اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرمایا اور آیت نمبر ۱۵۵ میں بھاگنے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے خود ان کی صفائی پیش کی۔

**انما استزلھم الشیطن ببعض ماکسبوا واللہ عفا عنھم**

ترجمہ: انھیں شیطان نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انھیں معاف فرما دیا

یاد رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے ذکر میں شیطان کے لغزش دینے کا ذکر ہے چنانچہ وہاں ہے

**فازلھما الشیطن** فرمایا یعنی شیطان نے ان دونوں کو لغزش دے دی۔

سب سے زیادہ محبت آفریں انداز یہ ہے کہ خود معاف فرما کر اپنے محبوب ﷺ کو بھی مائل بکرم کیا جا رہا ہے چنانچہ آیت نمبر ۱۵۹ میں **فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر** ترجمہ: سو (اے حبیب) تم بھی انھیں معاف فرما دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو خیال فرمایئے مدینہ منورہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو مشورہ دیا اس کا نقصان بھی سامنے آ گیا پھر بھی حکم ہو رہا ہے کہ ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ کیا شان ہے محبوب اعظم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اور پھر یہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم قربانیوں اور ان کے لاجواب شوق شہادت کا نتیجہ تھا کہ حضور سید عالم ﷺ نے اس روز فرمایا

**اما ان المشرکین لن یصیبوا منا مثلھا ابداً** (مشرکین آج کے بعد ایسی گزند کبھی نہیں پہنچا سکیں گے) (بیہقی)

اور دوسری روایت میں فرمایا **لن ینالوا منا مثل ھذا الیوم حتی نستلم الرکن** (یعنی مشرکین ہم پر آج کی طرح کبھی غلبہ نہ پا سکیں گے یہاں تک کہ ہم رکن کو بوسہ دے لیں)۔

# خسارے کا سودا

(جناب عرفان صدیقی)

میرا علم نہایت ہی محدود اور ناقص ہے سو میں یہ دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ 8 اکتوبر کو ہمارا مقدر بن جانے والی قیامت کا سبب کیا تھا۔ کیا اسے صرف ارضیاتی تبدیلیوں اور سطح ارضی کے میلوں نیچے پیا کیمیائی مادوں کی کشمکش یا پلیٹوں کی حرکیات کا نتیجہ سمجھ لیا جائے؟ اگر اس کائنات کا کوئی خالق ہے تو کیا اس کی قدرت، تخلیق کے ساتھ ہی ساقط ہوگئی ہے؟

بحیثیت مسلمان میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق بھی ہے' خبیر و نظیر بھی اور قہار و جبار بھی۔ مجھے اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ قوموں کے اعمال اور ان کے حکمرانوں کی روش عذاب و ثواب کا سبب بھی بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں اپنی اس سنت کا تواتر سے ذکر کیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے پجاریوں کی اس دنیا میں مجھے پلیٹوں والی تھیوری رد کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ اگر 8 اکتوبر کا تباہ کن زلزلہ کسی ارضیاتی محرک کا نتیجہ تھا تو بھی اسے کہیں نہ کہیں سے اذن ضرور عطا کیا گیا ہوگا' حکم ضرور ملا ہوگا۔

کچھ عجیب و غریب سی مماثلتیں، کچھ نا قابل فہم سی مشابہتیں، کچھ پیچ در پیچ اسرار، کچھ حیرت انگیز بھید اور کچھ نیندیں اڑا دینے والے خیالات، گزشتہ کئی دنوں' کئی راتوں سے میرے ذہن میں سائیں سائیں کر رہے ہیں، میرے دل میں صحرائی بگولوں کی طرح رقص کر رہے ہیں اور میں نہیں سمجھ پا رہا کہ افغانستان کے کوہساروں اور گھاٹیوں میں رقم ہونے والی تاریخ ٹھیک چار سال بعد کشمیر اور سرحد کے پہاڑوں اور وادیوں میں کیوں دہرائی جا رہی ہے؟ بالکل ایسے جیسے افغانوں پر گزر جانے والی قیامت کسی نے فیکس مشین میں ڈال کر پاکستان بھیج دی ہو

نائن الیون کے فوراً بعد امریکہ نے کرخت لہجے میں سنگین دھمکیاں دے کر ہمیں اس بے ننگ و نام جنگ کا ہراول دستہ بنا لیا جو کسی طور ہماری جنگ نہ تھی۔ ستم یہ ہوا کہ ہم نے اپنی اس مجبوری کو حکمت کی قبائے خوش رنگ پہنا دی۔ اسے اپنے رضا کارانہ اور خوشدلانہ فیصلے کا نام دے کر اپنے سر کی کلغی بنا لیا۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ پاکستان نے ایک مسلم ہمسایہ ملک پر حملے کیلئے اپنے ہوائی اڈے' اپنی بندرگاہیں' اپنی انٹیلی جنس اور اپنا تعاون ایک غیر مسلم ملک کے قدموں میں ڈال دیا۔ صرف پہلے برس ہماری سرزمین سے امریکی طیاروں نے 57800 اڑانیں بھریں۔ پاکستان کے لوگوں کیلئے یہ روز و شب بڑے ہی کٹھن تھے۔ ہمارے تعاون سے افغانستان کی بستیاں غارت ہوئیں' نہتے لوگ خاک و خون میں نہا گئے۔ معصوم بچے آگ اور بارود کا رزق ہوگئے۔ قلعہ جنگی، تورا بورا اور دشت لیلیٰ جیسی المناک کہانیاں رقم ہوئیں اور وہ کچھ ہوا جس کے تذکرے سے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس قہر کا نشانہ وہ قبیلہ بنا جو تمام تر کوتاہیوں کے باوصف اللہ اور رسول ﷺ کا نام لیوا تھا اور جس کی نس نس میں پاکستان کی لازوال محبت بھری تھی۔ مجبوری کی اس جنگ کیلئے ہمیں کچھ دلیلیں تراشنا پڑیں۔ یہ کہ ہم امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو وہ ہمیں پتھروں کے زمانے میں دھکیل دیتا۔ وہ ہمارا تورا بورا بنا دیتا۔ یہ کہ اس سے ہمارا کشمیر کاز مضبوط ہوگا اور یہ کہ اس سے ہماری معیشت نہایت قوی ہو جائے گی۔ لیکن چار سال بعد گرد و پیش پر نگاہ ڈالیں تو خوش گمانیوں کے ملبے اور خوابوں کی کرچیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اور لاتعداد مماثلتوں اور مشابہتوں کا بھید بھرا سلسلہ سوچ کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

امریکہ نے پاکستان کے تعاون سے' افغانستان کی بستیوں کو اپنے بموں اور میزائلوں کا نشانہ بنانے کا آغاز چار سال پہلے اکتوبر کے اسی نیم خنک مہینے میں کیا تھا۔ وہ 7 اور 8 اکتوبر 2001ء کی درمیانی شب تھی جب جلال آباد' قندھار' کابل اور مزار شریف پر چالیس کے لگ بھگ امریکی طیاروں نے وحشیانہ بمباری کا آغاز کیا تھا۔ یہ طیارے جہاں کہیں سے بھی آئے انہوں نے ہماری ہواؤں اور فضاؤں میں سفر کیا' بھید بھری پراسراریت یہ ہے کہ ہمارے اوپر ٹوٹنے والی قیامت نے بھی 7 اور 8 اکتوبر کی درمیانی شب زمین کے نیچے ہلچل شروع کی۔ افغان عوام کو 8 اکتوبر کی صبح پتہ چلا کہ وحشت و بربریت، کیا کہانی رقم کر گئی جب ادھڑی ہوئی عمارتوں، ملبے کے ڈھیروں، بکھری پڑی نعشوں اور زخمیوں کی چیخ و پکار نے سارا منظر ہی بدل ڈالا تھا۔ ہم بھی 8 اکتوبر کو بیدار ہو کر سنبھل ہی رہے تھے کہ زمین تھرتھرائی اور آٹھ دس سیکنڈ کے اندر سارا نقشہ ہی تبدیل ہوگیا۔ چند دنوں بعد رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آیا تو بھی امریکہ نے اپنی خوں آشامی کو لگام نہ ڈالی اور سحر و افطار کی سعید ساعتوں میں بھی آگ اور بارود کا کھیل جاری رہا اور ہم اس کا ساتھ دیتے رہے۔ ٹھیک چار سال بعد سحر و افطار کے مشکبو موسموں میں اہل پاکستان کو بھی اسی کٹھن آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ امریکہ کا ساتھ دے کر ہم پتھر کے زمانے میں دھکیلے جانے سے بچ گئے لیکن ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے چشم زدن میں 28 ہزار مربع میل علاقہ پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ ہم تورا بورا بننے سے محفوظ ہوگئے اور ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے ہماری ہزاروں چھوٹی بڑی بستیوں کو تورا بورا بنا دیا۔ چار سال پہلے ہم لٹے پٹے افغانوں کو تباہ حال بستیوں کے باہر ماتم کناں دیکھتے اور امریکیوں سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ ظلم نہ کرو۔ آج

ہمارے لٹے پٹے ہم وطن ملبوں کے ڈھیر پر بیٹھے رو رہے ہیں اور پوری قوم انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔کل ہم بازو' ہاتھ اور ٹانگیں کٹے افغان بچوں کی تصویریں دیکھتے تو آنکھیں سلگ اٹھتی تھیں۔ آج ہمارے ہسپتالوں کے وارڈ اور برآمدے ایسی تصویروں سے بھر گئے ہیں کل ہم دشت لیلیٰ کی بے گور کفن لاشوں کے نوحے لکھ رہے تھے' آج اپنے پہاڑوں کی بے گور کفن لاشوں پر بین کر رہے ہیں۔کل ہیلی کاپٹروں سے گرائے گئے خوراک کے پیکٹوں کی طرف لپکتے بے حال افغانیوں کو دیکھ کر دل دہل جاتا تھا اور آج اپنے فاقہ زدہ عوام کو ان پیکٹوں کی طرف دیوانہ وار لپکتے دیکھنا ہے۔امریکہ کی دھونس پر ہم نے جن کچی بستیوں سے افغانوں کو باہر دھکیل دیا تھا' آج اپنوں کیلئے ویسی ہی بستیاں بسانا پڑ رہی ہیں۔ پشاور کے نواح میں اذا خیل کیمپ جو کبھی افغان مہاجرین سے آباد تھا آج اس میں اپنے ہی وطن کے ''مہاجرین'' بسائے جا رہے ہیں۔ہم نے کہا تھا کہ وزیرستان میں کاروائی نہ کرتے تو امریکہ خود بم برسانے لگتا۔ہم اس ''عظیم حکمت عملی'' کے سبب امریکی بموں سے تو محفوظ رہے لیکن کراچی یونیورسٹی کے جیالوجسٹ کا کہنا ہے کہ 8 اکتوبر اور اس کے بعد کے جھٹکوں سے خارج ہونے والی توانائی ایک میگاٹن کے 60 ہزار بموں کے برابر تھی۔ہم نے کہا تھا کہ اس سے کشمیر کاز کو بچا لیا گیا ہے اور اس افتادہ کی سب سے زیادہ تباہ کاری اسی خطہ جنت نظیر میں ہوئی۔ ہم نے کہا تھا کہ اس سے ہماری معیشت مضبوط ہو جائے گی۔اس ''کار خیر'' کے معاوضے کے طور پر ہمیں پانچ سالوں پر محیط تین ارب ڈالر کی امداد کا وعدہ ملا لیکن ورلڈ بینک کے سابق نائب صدر اور معروف ماہر اقتصادیات شاہد جاوید برکی کا بیان آیا ہے کہ پاکستانی معیشت کو دس سے بارہ ارب ڈالر کا دھچکا لگا ہے۔انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے اندازے کے مطابق 11 لاکھ افراد بے روزگار اور کم از کم 4 لاکھ گھر مکمل طور پر منہدم ہو گئے ہیں۔ ابھی تک ساری دنیا سے آنے والی مدد 70 کروڑ ڈالر ہے جو مطلوبہ فنڈز کا 6 فیصد بھی نہیں۔ہم نے کہا کہ امریکہ کا ساتھ دینے کے باعث اب ہمیں بیرونی قرضوں کی ضرورت نہیں رہی اور ہم نے کشکول توڑ دیا ہے اور آج ہم دنیا بھر کے چوراہوں میں جھولی پھیلائے' صدا لگا رہے ہیں۔

کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ساری تباہی و بربادی ہمارا مقدر بن گئی جس سے بچنے کیلئے ہم نے امریکہ کو اپنا کندھا پیش کیا تھا اور وہ سارے ثمرات غارت ہو گئے جن کے لالچ میں ہم نے ایک برادر اسلامی ملک کے خاک نشینوں کے سینے چھلنی کئے تھے۔

**یہ سب کیا ہے؟** کیا یہ محض زمین کے نیچے رکھی پلیٹوں کا کیا دھرا ہے؟ شاید نہیں' یقیناً نہیں۔ایسا سوچنا خالق کائنات کے دست ہنر مند کی نفی کرنا ہے۔ مجھے تو یہ چال بھی بے کل کئے ہوئے ہے کہ کیا ہمارے انکار کی صورت میں امریکہ 28 ہزار مربع کلومیٹر علاقے پر 60 ہزار بم برساتا اور اگر برساتا بھی تو کیا تباہی و بربادی کا حجم یہی ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو کیا ہماری دولت خودی اور متاع حمیت محفوظ نہ رہتی؟ ہم نے کتنے خسارے کا سودا کیا۔

## خبر نامہ

**8** اکتوبر کو پاکستان کی تاریخ کے بدترین زلزلے نے جو تباہی و بربادی برپا کی، ہزاروں لاکھوں زخمی، بے گھر اور تباہ حال متاثرین کے غم میں ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل پرنم ہے، جیسے ہی زلزلہ کی تباہ کاریوں کی اندوھناک تفصیلات منظر عام پر آئیں، پیکر انوار لاثانی، شہکار حضور نقش لاثانی سجادہ نشین شہنشاہ لاثانی و نقش لاثانی حضور قبلہ عالم پیر سید اسمٰعیل شاہ صاحب مدظلہ العالی انتہائی پریشان اور رنجیدہ ہوئے۔اور آپ نے اپنی جیب خاص سے 4 لاکھ روپے نقد عطا فرمائے اور صاحبزادہ والا شان حضرت سید شجاعت علی شاہ صاحب کو حکم صادر فرمایا کہ وہ خود متاثرہ علاقہ میں جا کر مصیبت زدہ مسلمان بھائیوں کی امداد اور دلجوئی کریں۔ صاحبزادہ صاحب نے تین لاکھ روپے سے اشیاء خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کمبل، گدے، کپڑے، جوتے، برتن وغیرہ خریدے۔آپ یہ سامان اور نقد رقم ایک لاکھ روپیہ خود لے کر متاثرہ علاقے میں تشریف لے کر گئے اور کئی میل پیدل جا کر متاثرین میں سامان اور ایک لاکھ روپیہ نقد تقسیم کیا، اور اُن کی دلجوئی فرمائی۔

.........

۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کی صبح ۹ بجے پاکستان کو ہولناک زلزلے کی صورت میں عظیم سانحہ کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسے جیسے زلزلہ سے تباہی کی خبریں منظر عام پر آئیں، ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب نے زلزلہ سے متاثرین مسلمان بہن بھائیوں کا درد اپنے دل میں محسوس کیا۔ ہر کوئی مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایسے نازک موقع پر شیران اسلام کی مرکزی قیادت اور کارکنان نے دن رات محنت کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے تقریباً 30 ٹرک سامان خورد و نوش کمبل، رضائیاں، گدے، کپڑے، سویٹر، جوتے، ادویات روانہ کیئے۔اور خود بھی جا کر مصیبت زدہ مسلمان بہن بھائیوں میں سامان تقسیم کیا۔ان کے معاونین پروفیسر ڈاکٹر شکور احمد صاحب، پرنسپل محمد عارف صاحب، پرنسپل حافظ ندیم ظفر صاحب، جبران اکبر مغل صاحب، حکیم غلام حسین نورانی صاحب، مرزا عمران بیگ صاحب (ڈسکہ) حاجی اخلاق احمد صاحب (شکر گڑھ) اور صوفی نسیم صاحب متھل نے اس سلسلہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حاجی شوکت علی شوہر

# حضرت علامہ ابو الفیض محمد عبد الکریم ابدالوی رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الحدیث حضرت علامہ ابو الفیض محمد عبد الکریم ابدالوی چشتی رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار پاکستان کے ان اصحاب علم وحکمت اور ارباب فکرو دانش میں ہوتا ہے، جنہوں نے دین اسلام کے احیاء اور اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ اپنے افعال وکردار اور اعمال کے ذریعے علم کے چراغ جلا کر جہالت و گمراہی کے اندھیرے دور کئے اس غرض کے لئے میدان تعلیم وتدریس کو منتخب کیا۔ علامہ محمد عبد الکریم سلسلہ ارادت و بیعت تو آستانہ عالیہ امیر السالکین حضرت غازی اسلام پیر محمد شاہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے، جبکہ سلسلہ تعلیم وتربیت وتبلیغ محدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے رکھتے تھے۔ گویا آپ مجمع البحرین تھے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ فن خطابت میں بھی باکمال تھے۔ تحریر وتصنیف کا بھی خوب ملکہ رکھتے تھے۔ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علامہ محمد عبد الکریم ابدالوی رحمتہ اللہ علیہ نے مذہبی معاشرتی اور سیاسی سطح پر اصلاح احوال کی غرض سے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ جن کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ کے اپنے ہاتھ سے لگایا ہوا چمن ''دار العلوم چشتیہ رضویہ'' آپ کی مدبرانہ و دانشمندانہ جہد اور مخلصانہ ہمت کا نتیجہ ہے۔ جس سے کئی قلوب شاداب ہوئے اور آج تک ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، آپ جامع شخصیت کے مالک تھے۔ علوم ظاہری میں فاضل اور علوم باطنی میں کامل تھے۔ آپ جیسے عالم باعمل، استاذ کامل، شیخ باصفا اور مرد صالح کی وفات شعبہ تبلیغ کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے سرزمین خانقاہ ڈوگراں ہی نہیں بلکہ پورا پاکستان ایک جید عالم سے اور ایک صوفی بزرگ کے سایہ الفت سے محروم ہوگیا۔ یہ سانحہ آپ کی اولاد، شاگردوں اور وابستگان کے لئے بالخصوص اور اہل پاکستان کے لئے بالعموم باعث حزن و ملال تھا۔ ایسی باکمال، ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت علامہ ابو الفیض رحمتہ اللہ علیہ نے مسلسل 50 سال دین مصطفیٰ ﷺ کی ترویج واشاعت میں صرف کئے قبلہ شیخ الحدیث، محدث اعظم پاکستان کے حکم پر خانقاہ ڈوگراں تشریف لائے، دین نبوی کی خاطر مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں محض دین کی خاطر برداشت کیں۔ تحریک ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔ کمیونزم سوشلزم کے خلاف صدائے حق بلند کی۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ کے مشن پر کاربند رہے اور وقت کے حکمرانوں سے کبھی خائف نہیں ہوئے۔ آپ کی خدمات کی وجہ سے خانقاہ ڈوگراں عاشقان مصطفیٰ کا قلعہ قرار پایا اور بے شمار مساجد و مدارس وجود میں آئے۔ حضرت علامہ ابو الفیض محمد عبد الکریم کا نام گرامی محمد عبد الکریم بن حافظ میاں محمد سراج الدین تھا۔ آپ بھلوال ضلع سرگودہا کے گاؤں ابدال میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ کو ابدالوی کہا جاتا ہے۔ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے خاندان کی شرافت ودیانتداری پورے علاقہ میں مشہور ہے۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حکیم سیف الدین سالمی صاحب آف سالم تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سے مولانا محمد عبد الکریم نے درس نظامی کی مکمل کتب پڑھیں۔ حضرت علامہ ابو الفیض کا انداز تبلیغ نہایت آسان پیرائے میں ہوتا۔ بیان میں عام فہم الفاظ استعمال فرماتے، زیادہ تر عوام کا لحاظ ہوتا۔ آیات کا آسان الفاظ میں ترجمہ، آیات سے متعلق احادیث زیادہ تر موضوعات کے مطابق ہوتی تھی۔ آپ کا لہجہ میٹھا اور گرجدار ہوتا۔ آیات سے متعلقہ صدق ومعرفت سے بھرے اشعار ترنم میں پڑھتے تھے، خطبہ جمعہ یا دوسرے مواعظ میں حسن تدبیر سے تقریر فرماتے۔ دوران تقریر بلا موضوع گفتگو نہ فرماتے۔ محدث اعظم کا رنگ آپ کے خطاب میں غالب نظر آتا تھا۔ شیر کی طرح جرات مندانہ آواز وخطاب ہوتا کسی کو دوران خطاب بولنے کی جرات نہ ہوتی۔ حضرت علامہ ابو الفیض رحمتہ اللہ علیہ نے جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد سے سند حدیث ودستار

فضیلت اپنے استاذ مکرم مولانا محمد سردار احمد محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے حاصل کی آپ درس نظامی کے اسباق بڑی محنت اور خلوص سے پڑھاتے تھے۔ دوران اسباق طلباء پر مکمل کنٹرول ہوتا۔ ان کی ہر حرکت پر نظر رکھتے جس طالب علم کے متعلق کسی قسم کی کوئی شکایت ہوتی تو دوران تدریس اجتماعی اصلاح فرماتے اور جس میں کوتاہی ہوتی اس کو خود معلوم ہو جاتا کہ میری اصلاح مقصود ہے اور وہ فوراً اپنی اصلاح کر لیتا حضرت علامہ ابوالفیض کی تربیت کی بدولت ان کے تلامذہ میں توکل علی اللہ کی صفت نمایاں نظر آتی ہے، جب کسی خطیب یا امام کو برائے تبلیغ وتدریس روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ کسی سے سوال نہ کرنا، جس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پیدا کر کے دین کی تبلیغ کا فریضہ سونپا ہے، ہماری ضروریات کا اسے ہم سے زیادہ علم و ادراک ہے۔ اسے علم ہے کہ میں نے فلاں فرد کی رزق رسانی کرنی ہے۔ رزق انسان کو اس کی طلب سے زیادہ تلاش کرتا ہے۔ دوران تدریس طلباء کو پندونصائح کرنا حضرت علامہ ابوالفیض کی خاصیت تھی۔ اس کی بدولت تلامذہ میں کمال کی صفات پیدا ہو جاتیں، آپ اعلیٰ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے۔ جب 1990ء میں شارح بخاری حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رضویہ فیصل آباد سے مستعفی ہوئے تو طلبہ کے عرض کرنے پر حضرت علامہ ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ وصال تک جامعہ چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں دورہ حدیث پڑھاتے رہے۔ آپ پنجگانہ نماز خود پڑھاتے۔ رمضان شریف میں تلاوت قرآن پاک اکثر کرتے۔ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ صبح سے شام تک اسباق درس نظامی و تعویذات کا سلسلہ جاری رکھتے، اپنے آرام کو ترک کر کے خلق خدا کی اصلاح کے لئے کوشاں رہتے۔ شہر شہر گاؤں گاؤں گلی گلی قریہ قریہ گھر گھر دین کے ڈنکے بجائے۔ عشق مصطفیٰ کے چراغ روشن کئے۔ علم ومعرفت کے پودے لگائے اور اورادووظائف کی طرح ڈالی، اخلاق حسنہ کا شعار پیدا کیا۔ امن و آشتی کا درس دیا۔ اپنے لاکھوں تلامذہ، مریدین، مدرسین، خطباء ومقررین، آئمہ، حفاظ قراء اور مصنفین کی صورت میں علمی ورثہ چھوڑا۔ ملک اور بیرون ملک آپ کے ہزاروں روحانی وباطنی فرزند مصروف تبلیغ دین ہیں۔ آپ اعلیٰ مدرس، محدث عظیم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ مرتبہ کے مصنف بھی تھے۔ 13 مدلل اور مفصل دینی کتب کی تصنیف آپ کا کارنامہ ہے۔ آپ 4۔ رمضان المبارک 1424ھ، 31۔ اکتوبر 2003ء بروز جمعۃ المبارک رات آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر خانقاہ ڈوگراں میں دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) اگلے روز ہاکی گراؤنڈ خانقاہ ڈوگراں میں آپ کی نماز جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی، ملک بھر سے جید مشائخ اور نامور علماء نماز جنازہ میں شریک ہوئے، اس موقع پر تمام شہر سوگ میں مکمل طور پر بند رہا۔ سرکاری ادارے، دفاتر اور تمام کاروباری مراکز مکمل طور پر بند رہے۔ آپ کے فرزند اکبر درویش صفت عالم دین، حضرت علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک درجن سے زائد علمی و تحقیقی تصانیف و تالیف، ساڑھے پانچ سو کے قریب فتاویٰ جات، ملک کی ممتاز دینی درسگاہ، دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں مرکزی رضوی جامع مسجد خانقاہ ڈوگراں اور چھ بیٹے (جو کہ بحمد اللہ تعالیٰ تمام عالم دین ہیں) اور ہزاروں ارادتمند یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کا مزار شریف خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے چہلم کی تاریخ پر 15، 16 شوال المکرم کو درگاہ حضرت شیخ الحدیث علامہ ابوالفیض ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ متصل مرکزی رضوی جامع مسجد خانقاہ ڈوگراں میں نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔

پیکر غیرت ومحبت، علمبر دار صداقت وبسالت، پاسبان مسلک رضا، ترجمان اہل ولا ووفا، یادگار سلف صالحین، فخر العلماء العملین، نباض حاذق، حضرت الحاج ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی کا

## فرمان صادق

مفکر اہل سنت، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حسین آسی مدظلہ العالی نے غیرت اسلامی سے سرشار ہو کر گستاخان شان رسالت بالخصوص ایک بہت گستاخ ٹولے اور ان کے رسالہ کے خلاف ماہنامہ ''الحقیقہ'' کے نام سے جو جہاد شروع کیا جس میں مولا تعالیٰ نے بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ انہیں بہت جلد کمال کامیابی عطا فرمائی......اور فی الحقیقت انہیں ایسی کامیابی عطا کی اور فتح ونصرت سے ہمکنار کیا کہ گستاخان شان رسالت خائف وخاسر ہوئے......اور قدرتی طور پر ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور وہ ہر سطح پر ناکام وروسیاہ ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ماہنامہ مذکورہ پڑھ کر قلبی و روحانی طور پر مسرت ہوتی ہے۔ اور مولانا موصوف کی علمی وروحانی طاقت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کہ بظاہر اتنی کمزوری وضعیفی اور بیماری کے باوجود وہ رسالہ لکھتے وقت بالکل جوان نظر آتے ہیں۔ ماشاء اللہ نظم ونثر میں اتنے طویل مضامین لکھتے اور علمی وتاریخی دلائل وحوالہ جات کا ذخیرہ پیش کرتے ہوئے انہیں کوئی تھکن، رکاوٹ اور بیماری و کمزوری سد راہ نہیں ہوتی۔ بلاشبہ یہ ان کی روحانیت و کرامت ہے۔ خدا تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ انہیں زندہ وسلامت رکھے۔ تمام آفات وبلیات سے حفاظت فرمائے......اور انہیں ہر بیماری و کمزوری سے شفاء عاجلہ صحت کاملہ نصیب کرے......اور بطور ان کی یادگار کے مجلّہ ''الحقیقہ'' ہمیشہ سربلند وقائم ودائم رہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسلام......المخلص ابوداؤد محمد صادق غفرلہ

## غزل

مضطرب آج بہت دل بھی ہے، اک جاں ہی نہیں
حکمراں ہوش میں آ جائیں یہ امکاں ہی نہیں

تاک میں بیٹھے ہیں گلچیں بھی، خزاں بھی سر پر
ایک مالی ہی نہیں اور بہاراں ہی نہیں

تھک گئے دو ہی قدم چل کے مسافر، گویا
کوئی منزل ہی نہیں ہے، کوئی ارماں ہی نہیں

ہندو بھی، سکھ بھی، یہودی بھی ہے، نصرانی بھی
یوں تو سب کچھ ہے وہ بتِ ایک مسلماں ہی نہیں

تیرگی پھیل گئی حد نظر تک ہر سو
ظلمت آباد مرا کلبۂ احزاں ہی نہیں

کیا ڈراتے ہو مجھے دار و رسن سے یارو
جس کو تم کہتے ہو زیست میرے شایاں ہی نہیں

قدر کیا تلخ نوائی کی بھلا مردوں کو
مجھ سا بیداد طلب داد کا خواہاں ہی نہیں

خوں بہا کے بھی اگر خون بہا لیتا ہے
ایسا زر زہر ہے کچھ عیش کا ساماں ہی نہیں

تیری تصویر ہی دیکھوں یہ مجھے تاب کہاں
تو ہے عریانی سراپا نرا عریاں ہی نہیں

بزم میں کون سنے مجھ سے میرا قصۂ غم
میرے سینے میں تو اک حشر ہے طوفاں ہی نہیں

شیخ فرماتے ہیں سرکار کی الفت کے سوا
دہر میں آسی تیرے درد کا درماں ہی نہیں

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

Monthly
Mujallah
# AL-HAQIQA
November 2005
Reg. No. C.P.L 590

شیخ الحدیث والتفسیر استاذ الاساتذہ سند المدرسین زبدۃ الاتقیاء

حضرت علامہ ابوالفیض **محمد عبدالکریم ابدالوی** چشتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی دارالعلوم چشتیہ رضویہ محدث ابدالوی خانقاہ ڈوگراں

کا دوسرا سالانہ

## عرس مبارک

ان شاء اللہ مولی تعالی

16, 15
شوال المکرم
1426

کو منعقد ہو رہا ہے

جس میں ملک کے نامور مشائخ عظام اور علماء کرام
تشریف لا رہے ہیں

### پروگرام

**15 شوال المکرم**

بعد نماز فجر قرآن خوانی
بعد نماز عصر چادر پوشی مزار شریف
بعد نماز عشاء تلاوت و نعت شریف
تقاریر علماء کرام، صلوۃ وسلام و دعا

**16 شوال المکرم**

بعد نماز فجر درس قرآن کریم و حلقہ ذکر
صبح 9 بجے تا نماز ظہر
آخری و بڑی محفل پاک منعقد ہوگی

بمقام: مرکزی رضوی جامع مسجد
خانقاہ ڈوگراں

منجانب:
خدام درگاہ حضرت ابوالفیض محدث ابدالوی
خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ پنجاب